

# جنت سے فرار

Dr A. R. USA



ایک سچے  
مسلمان کی  
افسانوی جنت  
سے فرار کی  
رُوداد

# خواب سے خواب تک

**کل 10 جولائی 2022**

اتوار کا دن تھا یہ دن  
مسلمانوں کے لیے اہم ہے  
اتوار ہونے کے سبب نہیں  
بلکہ عیدالاضحیٰ ہونے کے  
سبب

اس دن کی ابتدا مسلمانوں  
کے لیے ایک خواب سے  
ہوئی تھی اور میرے لئے  
اس کی انتہا بھی ایک خواب  
سے ہوئی

ابراہیم پیغمبر نے ایک خواب  
دیکھا تھا صبح اُس نے بہت  
سے غریبوں میں خیرات  
تقسیم کی مگر آگے روز  
اس نے پھر وہی خواب  
دیکھا صبح اس نے بہت

سے جانور ذبح کر کے  
قربانی دی مگر رات کو پھر  
خواب دیکھا صبح وہ بہت  
پریشان تھا کہ خدا وند کیا  
چاہتا ہے تب اس نے اپنے  
بیٹے کو ذبح کرنے کا فیصلہ  
کیا مسلمانوں کے مطابق اس  
نے اپنے بیٹے اسمعیل کی  
قربانی پیش کی اور یہودیوں  
اور عیسائیوں کے مطابق

اس نے اپنے بیٹے اسحاق  
کی قربانی پیش کی  
میں اس وقت تیسری یا  
چوتھی کلاس کا طالب علم  
تھا جب عید کی نماز پڑھنے  
مسجد میں گیا ہوا تھا مولوی  
صاحب نے تقریر کرتے  
ہوئے یہ واقعہ سنایا اور کہا  
سوچیں یہ ہمارے اوپر اللہ کا  
کتنا بڑا احسان ہے اگر اس  
روز وہ اپنے بیٹے کو ذبح

کر دیتے اور اللہ اوپر سے  
دنبہ نہ بھیجتا تو آج ہم بھی  
اپنے بیٹوں کو ذبح کر رہے  
ہوتے خوف کی ایک لہر  
میرے بدن میں دوڑ گئی میں  
سوچ میں ڈوب گیا کہ کیا  
میرا باپ بھی مجھے ذبح کر  
دیتا میں سوچ میں ڈوبا رہا  
نماز میں بھی یہی خیال آتا  
رہا تصور میں سوچتا رہا کہ  
پھر میرے ٹکڑے کرتے پھر

مجھے پکا کر کھاتے نماز  
کب ختم ہوئی معلوم نہیں  
نماز کے بعد میں جلدی سے  
گھر گیا باپ سے عیدی لی  
اور گھر سے نکل گیا  
کیونکہ ہمارے گھر میں بھی  
ایک دنبہ قربانی کے لئے  
موجود تھا اور میں اسے  
ذبح ہوتے ہوئے دیکھنا نہیں  
چاہتا تھا میں ادھر ادھر  
پھرتا رہا جو ایک روپیہ

میرے پاس تھا کچھ کھا پی  
لیا سوچیں تھیں کہ میرے  
ذہن سے نکل نہیں رہی تھیں  
میں سوچ رہا تھا کہ میں عید  
سے کچھ روز قبل ہی گھر  
سے بھاگ جاتا پھر میں  
بھاگ کر دوسرے شہر چلا  
جاتا وہاں میں کہاں رہتا  
کھانا کہاں سے کھاتا پھر  
میرے دل میں خیال آتا کہ  
وہاں بچوں کو اغوا کرنے

والے مجھے پکڑ لیتے کوئی  
امیر آدمی مجھے خرید لیتا  
اور وہ اپنے بیٹے کی بجائے  
مجھے قربان کر دیتا بھاگتا  
بھی تو کوئی حل نہیں پھر  
سوچتا کہ میرا باپ مجھے  
کیسے ذبح کرتا اسے تو  
میرا دادا پہلے ہی ذبح کر  
چکا ہوتا اور میرے دادا کو  
اس کا باپ ذبح کر چکا ہوتا  
نہ میرا باپ ہوتا اور نہ اس

کا باپ ہوتا اور نہ اس کا باپ  
ہوتا پھر کوئی بھی نہ ہوتا  
پھر ابراہیم کے بچے بھی نہ  
ہونے پھر آخری نبی بھی نہ  
ہوتے پھر خدا کن لوگوں کو  
مسلمان کرتا یہ سوچیں تھیں  
میں تھا گلیوں میں میری  
آوارگی تھی اور سخت گرمی  
تھی دوپہر کے دو تین بج  
چکے تھے اور میں نے  
سوچا کہ اب تو دنبہ ذبح ہو

کر پک بھی گیا ہو گا خون  
بھی نظر نہیں آئے گا یہ  
سوچ کر گھر کی راہ لی  
کھانا تیار تھا اور قربانی کے  
کچھ اثرات نظر آ رہے تھے  
جن کی طرف میں نے چور  
نظروں سے دیکھا آج میں  
ایک سرجن ہوں لیکن آج  
بھی میں مرغی ذبح ہوتے  
نہیں دیکھ سکتا اگر کبھی  
مجھے مرغی لینے جانا بھی

پڑا تو میں قصائی کو آرڈر  
دے کر دور چلا گیا

خیر اس خوف سے میری  
جان کبھی نہ چھوٹی یہاں  
تک کہ یہی باتیں میرے  
خوابوں میں آنے لگیں

# ڈراونے خوابوں کا سلسلہ

ان سوچوں اور خیالوں سے  
میری جان نہیں چھوٹتی تھی  
آج بحیثیت ڈاکٹر کے میں  
سمجھتا ہوں کہ ہم جن  
خیالات کو اپنے اوپر طاری  
کر لیتے ہیں وہی ہمارے  
خواب میں بھی آنے لگتے  
ہیں ان خیالات کو میرا

نفسیاتی مرض کہہ لیں یا جو  
کچھ بھی ان سب باتوں کے  
باوجود میں ایک اچھا طالب  
علم بھی تھا اپنی کلاس میں  
ہمیشہ پہلی پوزیشن لینا میرا  
جنون تھا شاید اس لئے  
اساتذہ میری عزت کرتے  
تھے پڑھائی کی وجہ سے  
مجھے کبھی مار نہیں پڑی  
اور کسی شرارت کی وجہ  
سے کبھی بخشش نہیں ملی

خیر میں نے پہلا خواب کب  
دیکھا اسی برس یا اگلے  
برس یہ یاد نہیں لیکن خواب  
آج بھی یاد ہے میں نے  
دیکھا کہ میرے ہاتھ میرے  
باپ نے پیچھے باندھ دیئے  
ہیں اور میرے پاؤں بھی  
رسی سے باندھ دیئے ہیں  
اور میں گھر کے پچھلی  
طرف روڑی پر بیٹھا ہوں  
اور میرے باپ کے ہاتھ میں

چھری ہے پہلے میں گھر  
کی تھوڑی وضاحت کر دوں  
اس زمانے میں ہمارے گھر  
ایسے ہوتے تھے کہ پہلے  
گھر کا اگلا حصہ ہوتا جس  
میں ایک صحن باورچی خانہ  
اور سونے کے کمرے ہوتے  
تھے اور انہی کمروں میں  
سے ایک دروازہ گھر کے  
پچھلے حصے میں کھلتا تھا  
جہاں بھینسوں کے لیے

صحن بھینسوں کے دو  
کمرے اور پھر ایک دروازہ  
باہر کھلتا تھا سامنے ایک  
بڑا میدان تھا اور اس  
دروازے سے کچھ فاصلے  
پر ہی ٹاہلی کا ایک درخت  
لگا تھا اور ایک طرف وہ  
جگہ تھی جہاں گھر کی  
صفائی کے بعد کوڑا کرکٹ  
پھینک دیا جاتا ہے اسے  
روڑی کہتے ہیں اور اسی

روڑی پر میں بندھا ہوا بیٹھا  
تھا اور سامنے میرا باپ ہاتھ  
میں چھری لیے کھڑا تھا تب  
میرے باپ نے چھری پر  
انگلی پھیری یہ بڑی سی  
چھری تھی میں خوفزدہ  
نظروں سے باپ کی طرف  
دیکھ رہا ہوں مجھے وہ  
خوف آج بھی یاد ہے تب  
مجھے اپنے باپ کی آواز  
سنائی دیتی ہے وہ کہتا ہے

ابھی چھری ذرا کھنڈی  
ہے، یعنی تیز نہیں ہے، پھر  
وہ چھری کو تیز کرنے کے  
لیے گھر کی طرف جاتا ہے  
اس کے جاتے ہی میں ایک  
دم خواب سے بیدار ہو گیا  
دیکھا تو میں چارپائی پر  
بیٹھا تھا میں نے اپنے  
دونوں ہاتھ اپنے سامنے  
کئے میرے ہاتھ کھلے تھے  
پھر میں نے اپنے پاؤں

دیکھے وہ بھی کھلے تھے  
تب میں نے ارد گرد نظریں  
دوڑائیں پاس ہی سب سو  
رہے تھے ایک بار پھر اپنا  
جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ  
میں پسینے میں شرابور ہوں  
خیر میں نے جان کی خیر  
منائ زندگی ملنے پر خدا کا  
شکر ادا کیا اور پھر سو گیا  
پھر وقفے وقفے سے ایسے  
خواب سال میں ایک بار نظر

آتے اور میں یونہی ذبح  
ہونے سے چند لمحے پہلے  
جاگ جایا کرتا ہر بار میرا  
بدن پسینے سے شرابور  
ہوتا یہاں تک کہ میں میڈیکل  
کالج میں پہنچ گیا

# اجتماعی قربانی

میں جوں جوں بڑا ہوتا گیا  
میں دیکھ رہا تھا کہ ہمارے  
محلے میں قربانیوں کا  
سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے  
پہلے شاید لوگوں کے پاس  
پیسے نہیں ہوتے تھے اور  
ایسے لوگ غریبوں میں  
شمار ہوتے تھے پھر  
اجتماعی قربانیوں کے

اشتہار گلیوں میں لگے نظر  
آنے لگے ہمارے محلے میں  
ایک چوہدری صاحب رہتے  
تھے جو واقعی چوہدری  
تھے چھوٹے موٹے  
جھگڑے وہی نیٹا دیتے تھے  
ان کی حویلی کافی بڑی تھی  
وہاں اجتماعی قربانیاں ہونے  
لگیں لوگ اپنے جانور وہیں  
لے جانے لگے اور چوہدری  
صاحب کے بیٹے جن کے

بڑے بڑے قد تھے وہ جانور  
ذبح کر دیتے چوہدری  
صاحب خود بھی نیک طبع  
انسان تھے اور ان کے بیٹے  
بھی اچھے لوگ تھے محلے  
کے دکھ درد میں کام آنے  
والے میں چونکہ پڑھا کو  
مشہور تھا اس لیے میری  
چھوٹی موٹی شرارت کو  
ہنس کر اڑا دیتے ہمارے  
محلے میں سب سے پہلے

ٹیوی چوہدریوں کے گھر آیا  
پھر بھٹی صاحب کے گھر  
اور پھر ہمارے گھر

ایک دن خواب میں میں نے  
اپنی اجتماعی قربانی بھی  
دیکھ لی وہی رونا گئے  
کھڑے کر دینے والا خواب  
میں نے دیکھا کہ چوہدری  
صاحب کی حویلی ہے

کچے صحن میں خون ہی  
خون ہے آدمی ذبح ہوئے

پڑے ہیں اور میں ان کے  
درمیان بیٹھا ہوں میرے ہاتھ  
پیچھے کی طرف بندھے ہیں  
پھر چوہدری صاحب کا بڑا  
بیٹا میرے سر کے بالوں کی  
ہاتھ بڑھاتا ہے اور کہتا ہے  
،، آہن تیری واری اے ،، آؤ  
اب تمہارا نمبر ہے ، بس یہی  
وہ لمحہ ہے جب میری آنکھ  
کھل جاتی ہے اور میں ایک  
بار پھر زندگی بچ جانے پر

خدا کا شکر کرتا ہوں یہ بھی  
بچپن کے خوابوں میں سے  
ایک ہے کیونکہ اس میں  
سارے پرانے منظر ہیں جب  
چوہدری صاحب کی حویلی کا  
ایک حصہ کچے صحن والا  
ہوا کرتا تھا

آج جب میں اپنی عمر کے  
آخری عشرے میں ہوں  
مجھے اب بھی ڈراونے  
خواب آتے ہیں میں خواب

میں چینختا ہوں پھر میری  
بیوی یا میرا بیٹا مجھے  
جھنجھوڑ کر اٹھا دیتے ہیں  
اور میرا بیٹا مجھ سے  
پوچھتا ہے بابا تم نے خواب  
میں کیا دیکھا مگر مجھے  
اب یاد نہیں رہتا کہ میں کیا  
دیکھ رہا تھا

# میڈیکل کی تصاویر پر کاغذ چپکانا

میں یونہی خوابوں میں  
ڈرتے خیالوں کے سمندر  
میں غوطے کھاتے نصاب  
کی کتابیں پڑھتے میڈیکل  
کالج میں پہنچ گیا میڈیکل کی  
کتابوں پر زخموں کی  
تصویریں سرجری کی  
تصویریں دیکھتا تو مجھے

خوف آنے لگتا جب کوئی  
تصویر دیکھ لیتا سارا دن  
ذہن میں تصویر گھومتی  
رہتی تا ہم ہوسٹل میں رہنے  
کی وجہ سے آپ کے ارد گرد  
کا ماحول بڑا خوشگوار اور  
ہنگامہ پرور ہوتا ہے  
تصویروں کا حل میں نے یہ  
نکالا کہ جہاں تصویر ہوتی  
اس تصویر پر گوند سے  
کاغذ چپکا دیتا میری اس

عادت کا میرے دوستوں کو  
پتا چل گیا اب جبکہ میں خود  
ایک سرجن ہوں ایک مرتبہ  
میرا رومیٹ کئی سالوں کے  
بعد مجھے ملا کہنے لگا  
سناؤ سرجری کرتے ہوئے  
تمہیں ڈر تو نہیں لگتا میں  
نے کہا نہیں ڈر کیوں لگے  
گا تب وہ زور سے ہنسا  
کہنے لگا وہ دن بھول گئے  
جب تصویروں پر کاغذ چپکا

دیا کرتے تھے اور میں بھی  
اس لمحے کو یاد کر کے  
ہنس دیا

# میڈیکل کالج میں تبلیغی جماعت کے ساتھ سفر

خوابوں کی کہانی ابھی  
جاری ہے میڈیکل کالج کی  
بات چلی تو ایک واقعہ یاد آ  
گیا جسے سننے کا مقصد  
صرف یہ ہے کہ آپ دیکھیں  
گے کہ میری طبیعت ہی شاید

ایسی تھی کہ جب کوئی  
انہونی بات سنائی جاتی تو  
میرے ذہن میں سوال در  
سوال امنڈنے لگتے اور میں  
ان سوالوں کا جواب بھی  
تلاش کرنے لگتا آج میں کہتا  
ہوں کہ تم مذہب کو سمجھنا  
چاہتے ہو تو سوال اٹھاؤ  
تاریخی واقعات پر سوال  
اٹھاؤ ان سوالات کو ایسے  
حل کرو جیسے علم ریاضی

کے سوالات حل کئے جاتے  
ہیں اور آخر میں آپ کے  
پاس ایک درست جواب  
موجود ہوتا ہے یعنی میرا  
ماننا ہے کہ تاریخ کا  
ریاضیاتی مطالعہ کرنا چاہیے  
تو بات یوں ہے کہ میڈیکل  
کالج میں تبلیغی جماعت کے  
لوگ بہت سے ہوتے ہیں  
زیادہ تر ہمارے کالج کے ہی  
ہوتے ہیں کچھ باہر سے بھی

آتے ہیں ہمارے بہت سے  
پروفیسرز بھی تبلیغی  
جماعت کے ہوتے ہیں اور  
جو طلباء یا پروفیسرز تبلیغی  
جماعت سے وابستہ نہیں  
ہوتے وہ اکثر اپنے آپ کو  
گنہگار سمجھتے رہتے ہیں  
اور کچھ لوگ ان کے سخت  
خلاف ہوتے ہیں اور اپنی  
رائے کا اظہار بھی کرتے  
رہتے ہیں خیر میرے کلاس

فیلو مجھے اکثر کہتے رہتے  
تھے کہ چلیں بھائی آپ بھی  
ہمارے ساتھ چلیں ایک دن  
جب کسی وجہ سے تین  
چھٹیاں اکھٹی آ گئیں تھیں  
حسبِ سابق تبلیغی بھائی  
پیچھے پڑ گئے اور میں نے  
ان کے ساتھ جانے کی حامی  
بھر لی

یہ جون جولائی کا مہینہ رہا  
ہو گا کیونکہ گرمی سخت

تھی صبح ہم ایک چودہ  
سیٹوں والی نان اے سی وین  
میں سوار ہوئے ان دونوں  
اے سی وائی گاڑیاں ابھی  
ہمارے ملک میں نہیں چلتی  
تھیں تقریباً چار گھنٹے کا  
سفر کر کے ہم ایک دوسرے  
شہر میں پہنچے میں گاڑی  
میں آخری سیٹ پر بیٹھا تھا  
کھڑکی کے ساتھ تاکہ ہوا  
بھی آتی رہے اور باہر کا

منظر بھی دیکھتا رہوں اس  
روڈ پر میں پہلی بار جا رہا  
تھا اور تبلیغی سفر پر بھی  
پہلی بار جا رہا تھا یہ بتا  
دوں کہ میرا تعلق چونکہ فقہ  
حنفی سے تھا اس لیے  
ہمارے فقہ میں اس وقت  
تبلیغی جماعت کا رواج نہیں  
تھا تاہم اب اس فقہ کے  
لوگوں نے بھی شروع کر دیا  
ہے

تا ہم میں دیگر مذہبی امور  
سر انجام دیا کرتا تھا جیسے  
روزے رکھنا نماز بے  
قاعدگی سے جمعہ باقاعدگی  
سے پڑھنا نماز کی بے  
قاعدگی کی وجہ سے ضمیر  
پر وقت ملامت کرتا رہتا تھا  
اور میں اپنے آپ کو دبا دبا  
سا گھٹا گھٹا سا احقر اور  
مجرم ہی سمجھتا رہتا تھا  
اور یہ احساس ہمیں تعلیمی

میدان میں بھی باقی طلباء  
سے تھوڑا پیچھے ہی رکھتا  
تھا کیونکہ میڈیکل کالج میں  
طلبہ میں مقابلہ سخت ہوتا  
ہے اپنے اپنے سکولوں کے  
ذہین طلباء یہاں پہنچے  
ہوتے ہیں آپ ذرا سا کسی  
احساس کمتری کا شکار  
ہوئے تو بہت نیچے جا  
گرتے ہیں اور شومئی قسمت  
کہیے کہ جن اسکولوں سے

ہم پڑھ کر آئے تھے وہاں  
کے اساتذہ بھی ہمیں ہر وقت  
مذہب سکھاتے رہتے تھے  
جن میں خاص طور پر یہ  
بات ہوتی تھی کہ کسی غیر  
محرم عورت پر نظر پڑنے  
سے بہتر ہے کہ اپنی آنکھ  
ہی نکال دو اب ہماری کلاس  
میں تقریباً سو سوا سو  
لڑکیاں تو ہوں گی اور میں

سارا دن نگاہیں نیچی رکھتا  
کہ کسی پر نظر نہ پڑ جائے  
خیر جب گاڑی رکی تو دوپہر  
کا وقت تھا شدید گرمی  
شروع ہو چکی تھی گاڑی  
سے ایک تبلیغی اترا تو  
گاڑی کی طرف منہ کر کے  
کھڑا ہو گیا اور اگلے اترنے  
والے سے کہنے لگا بھائی  
اپنا بیگ مجھے دے دیں  
مجھے اکرام کرنے دیں اور

اوپر والا کہہ رہا تھا نہیں  
بھائی آپ اپنا بیگ بھی  
مجھے دے دیں وہ یہ بحث  
گاڑی کے دروازے میں  
کھڑے کر رہے تھے اور  
باقی سب ان کی بحث ختم  
ہونے تک انتظار کر رہے  
تھے ان کی بحث ختم ہوئی  
دونوں نیچے کھڑے تھے  
اور تیسرے اترنے والے  
سے بیگ پکڑنے کی

کوشش کرنے لگے اس  
طرح ہر ایک کو کم از کم پانچ  
منٹ دروازے میں لگتے  
گاڑی کھڑی تھی ہوا بند تھی  
اور میرا نمبر آخر میں آنا  
تھا یعنی گھنٹہ بھر اس طرح  
لگ گیا خیر جیسے ہی میری  
باری آئی تو دیکھا سب  
کھڑے ہیں مجھ سے میرا  
بیگ لینے کے لیے میں  
جیسے ہی دروازے پر پہنچا

تو فٹا فٹ پہلے بھائی کو اپنا  
بیگ سپرد کر دیا کہ لو  
بھائی آپ اکرام کر لیں  
یہ جمعرات کا دن رہا ہو گا  
اس روز ہم نے مسجد میں  
نماز ادا کی پھر کچھ گلیوں  
میں گئے لوگوں کو تبلیغ کی  
اور مسجد میں آنے کی  
دعوت دی پھر رات کا کھانا  
مسجد میں کھایا اور وہیں  
صفوں پر بستر سیدھے کر

کے سو گئے تبلیغی جماعت  
کا کھانا بہت مزیدار ہوتا ہے  
کھانا یہ خود بناتے ہیں اور  
ہر ایک سے مناسب پیسے  
پہلے ہی اکھٹے کر لیتے ہیں  
پھر اکھٹے بیٹھ کر کھاتے  
ہیں اور ہولے ہولے باتیں  
کرتے رہتے ہیں

اگلے روز ہم جمعہ کی نماز  
سے فارغ ہوئے پھر ہمارے  
عالم صاحب نے حاضرین

سے کچھ خطاب کیا اور ان  
سب امور سے فارغ ہونے  
کے بعد سخت بھوک لگی  
تھی کھانے کے لیے ہم سب  
مسجد میں ایک طرف بیٹھ  
گئے اور کھانا شروع ہوا  
میرے سامنے ہماری جماعت  
کا امیر بیٹھا تھا اس کی لمبی  
سی داڑھی تھی جو شاید  
کچھ زیادہ ہی لمبی تھی وہ  
ہمارا کوئی سینئر تھا یا باہر

کا تھا یہ معلوم نہیں اور  
مجھے بھی معلوم نہیں تھا  
کہ ابھی کچھ لمحوں میں جو  
اس سے سوال جواب ہونے  
والے ہیں وہ خود میرے اندر  
کے کچھ بتوں کو مسمار  
کرنے والے ہیں

میں امیر کے سامنے بیٹھا  
کھانا کھا رہا تھا امیر صاحب  
بولے بھائی آپ بہت چپ ہیں  
کیا سوچ رہے ہیں میں کیا

سوچ رہا تھا بس یونہی کہہ  
دیا امیر صاحب میں ایک بات  
سوچ رہا تھا کہ اگر میں  
جنت میں چلا گیا ابھی یہی  
کہا تھا کہ وہ کہنے لگے  
ایک منٹ آپ نے اگر کیوں  
کہا ارے بھائی آپ جس کام  
پر نکلے ہیں جنت تو آپ پر  
واجب ہو چکی ہے جی اچھا  
میں خوش ہو گیا اچھا پھر  
آپ کیا سوچ رہے تھے اب

میں نے کوئی بات تو بنائی  
تھی میں نے کہا جب میں  
جنت میں چلا جاؤں گا تو  
وہاں جاتے ہی سب سے پہلا  
کام کیا کروں گا وہ کہنے  
لگے کیا کرو گے میں نے  
کہا جاتے ہی آرام دہ بستر پر  
سو جاؤں گا اور ایک ہزار  
سال تک سوتا رہوں گا نیند  
پوری کروں گا وہ بولا اوہو  
بھائی آپ نے تو مزہ ہی

خراب کر دیا میں سمجھا آپ  
اصل بات کرو گے اصل بات  
کون سی میں نے سمجھتے  
ہوئے بھی انجان بننے کی  
کوشش کی ارے بھائی اصل  
بات حوروں کی کرو میں نے  
کہا علامہ صاحب ہمیں کوئی  
ایک آدھ ملے گی آپ نیک  
آدمی ہیں آپ کو ستر ملیں  
گی اب ایک والا کیا بات  
کرے ستر والا بات کرے تو

اچھا لگتا ہے وہ کہنے لگے  
ارے بھائی ستر تو ہر عام  
مسلمان کو ملیں گی اور جو  
اس نیک کام میں پڑے ہیں  
اور اللہ کی راہ میں نکلے  
ہیں انہیں تو ایک ہزار  
حوریں ملیں گی اور بھائی ہم  
نے پڑھا ہے کہ جب آدمی  
حور سے انٹر کورس کرے  
گا تو وہ سو سال تک  
ڈسچارج ہی نہیں ہو گا

جب مولانا صاحب نے یہ  
فرمایا تو میرے اندر کا  
خیالی انسان انگڑائی لے کر  
اٹھا ہو گا وہی انسان جس  
نے اپنے ٹکڑے ہانڈی میں  
پکتے ہوئے دیکھے تھے  
میں کچھ دیر چپ رہا پھر کہا  
مولانا صاحب ایک خیال ذہن  
میں آ رہا ہے بولے کہو میں  
نے کہا میں سوچ رہا ہوں کہ  
قیامت کا دن آ گیا ہے سب

میدان خشر میں اکھڑے ہو  
گئے ہیں شام تک اللہ نے  
فیصلہ کر دیا جہنم والے  
جہنم چلے گئے اور جنت  
والے جنت چلے گئے اب  
جنت میں پہنچے تو تھکے  
ہوئے تھے فرشتوں نے  
استقبال کیا اور سب کو  
کہتے رہے تم فلاں محل میں  
چلے جاؤ تم فلاں میں سب  
اپنے اپنے محل میں پہنچے

نہا دھو کر کپڑے تبدیل کئے  
کھانا کھایا سب تھکے ہوئے  
تھے آرام دہ بستروں پر  
لیٹتے ہی سب سو گئے صبح  
نیند سے بیدار ہوئے ناشتہ  
کیا تو سب سوچنے لگے کہ  
وہ حوریں کہاں ہیں

اتنے میں ایک اعلان سنائی  
دیا سب جنتی باہر آئیں اور  
اپنی اپنی حوریں لے جائیں  
سب باہر گئے اور فرشتوں

نے سب کو حوریں دے دیں  
کسی کو ستر اور کسی کو  
ہزار وہ لے کر سب اپنے  
اپنے محل میں آگئے اس  
وقت دوپہر کا وقت ہو چلا  
تھا دو بجے ہوں گے زیادہ  
سے زیادہ پھر انسان تو بے  
صبرا ہے ڈھائی بجے تک  
سب نے اپنے کپڑے اتارے  
اور انٹر کورس کرنے لگے  
تب میں اپنی حوروں سے

کہوں گا مجھے ذرا وقت دو  
اب جبکہ یہی کام کرنا ہے تو  
میں ایک ضروری کام کر  
آؤں علامہ صاحب میں محل  
سے باہر نکلا باہر نکل کر  
میں نے کہا کہ ایک ہیلی  
کاپٹر اور ایک ڈرائیور پیش  
ہو جلدی سے ایک ہیلی  
کاپٹر آ گیا میں نے ڈرائیور  
سے کہا میں یہاں بیٹھا ہوں  
تم ذرا جنت کا چکر لگا کر

آؤ اور جو دیکھو مجھے  
بتاؤ

جناب کافی دیر کے بعد وہ آیا  
اور کہنے لگا جناب جدھر  
بھی گیا ہوں یہی دیکھا کہ  
دو ٹانگیں اوپر اٹھی ہیں اور  
درمیان میں آدمی انجن کی  
طرح اوپر نیچے ہل رہے ہیں  
لاحول ولا قوہ علامہ کے منہ  
سے نکلا

ظاہر ہے علامہ صاحب سو  
سال تک تو آدمی نے  
ڈسچارج نہیں ہونا اب جو  
بھی جنت میں گیا ہے گنہگار  
پارسا یا ولی وہ سو سال تک  
یونہی ہلتا رہے گا

علامہ صاحب میرے ذہن میں  
ایک خیال اور آ رہا ہے اب  
کیا خیال آ رہا ہے وہ بیزاری  
سے بولے کھانا تو کب کا  
ختم ہو چکا تھا

میں نے کہا علامہ صاحب  
میں سوچ رہا ہوں کہ جب  
آدمی ایک حور سے انٹر  
کورس کرے گا تو سو سال  
تک وہ لگا رہے گا باقی کی  
حوریں کھڑی دیکھ رہی ہوں  
گی یا دوسرے کمروں میں  
بیٹھی سوچ رہی ہوں گی کہ  
ان کے سر کا تاج دوسرے  
کمرے میں سیکس کر رہا  
ہے ظاہر ہے کہ ان کے اندر

بھی بیتابی بڑھتی جائے گی  
اور جیسے ہی وہ فارغ ہو گا  
دوسری نے پکڑ لینا ہے کہ  
ادھر آؤ پھر دو سو سال ہو  
جائیں گے پھر تیسری نے  
پکڑ لینا ہے کہ آؤ بہت دیر  
ہو گئی تو جس کے پاس  
ہزار ہیں وہ ایک لاکھ سال  
تک ہلتا رہے گا مولانا  
صاحب یہ بتائیں کہ کھانا کب  
کھائیں گے دودھ اور شہد

کی نہروں پر کب جائیں گے  
جنت کی سیر کب کریں گے  
علامہ صاحب نے ایک اور  
لاحول پڑھی نہایت بیزاری  
کے ساتھ تب میں نے علامہ  
سے کہا اب مجھے اجازت  
دیں میں واپس جانا چاہتا  
ہوں بہر حال انہوں نے  
مجھے اجازت دے دی  
خوشی سے یا ناراضگی  
سے یہ معلوم نہیں ابھی

ایک دن کی تبلیغ باقی تھی  
میں ہوسٹل چلا آیا میرا جنت  
کا کنسیپٹ ریت کی دیوار کی  
طرح ڈھے گیا تھا میں  
راستے میں سوچتا رہا کہ ان  
سب عبادات روزوں قربانیوں  
غزووں جہادوں کا صلہ یہ  
ہے کہ آدمی کا عضو تناسل  
ایک لاکھ سال سیدھا کھڑا  
رہنے کے بعد اگلے ایک  
لاکھ سال کے لیے پھر کھڑا

ہو جائے گا اور لاکھوں سال  
یونہی کیا بکواسیات ہے یہ  
ہوسٹل آیا تو ایک اور لطیفہ  
میرا انتظار کر رہا تھا

میں نے ہاسٹل آتے ہی اپنے  
رومیٹ کو یہ ساری گفتگو  
سنا دی وہ شیعہ فقہ سے  
تعلق رکھتا تھا پہلے وہ ہنسنا  
پھر کہنے لگا دیکھو ان  
مولویوں نے دین کو مذاق  
بنا دیا ہے یار دیکھو جنت

میں کوئی حور کے ساتھ  
انٹرکورس نہیں کر سکے گا  
نہ ہی وہاں یہ خیال آئے گا  
کیا مطلب یہ کیسے ہو سکتا  
ہے کیا خدا ہمارے ساتھ  
دھوکا کر رہا ہے اور خدا  
پھر حوریں دے گا کس کام  
کے لیے کیا وہ انہیں شیشے  
کی الماریوں میں کھڑا کر  
کے تالے لگا دے گا کہ بس  
دیکھتے رہو یا وہ انہیں

سٹیل کے انڈر ویئر پہنا کر  
چابیاں اپنے پاس رکھ لے گا  
میں نے سوال کیا بھائی کچھ  
بھی کہو جنت میں سیکس  
نہیں ہو گا اچھا تو ایک  
لطیفہ سن لو میں نے کہا یہ  
شاید میرا پہلا اور آخری  
لطیفہ تھا جو میں نے کسی  
کو سنایا ایک دوست سے  
سنا تھا اور عین ٹائم پر یاد

آگیا ورنہ مجھے کبھی لطیفہ  
یاد نہیں رہتا

میں نے کہا ہمارے ملک کے  
ایک نامور لیڈر جنت میں  
چلے گئے شراب کے شوقین  
تھے جاتے ہی خواہش کی  
کہ شراب حاضر ہو تو شراب  
کی بوتل یک لخت میز پر  
پڑی تھی انہوں نے ڈھکن  
کھولا تو وہ نہیں کھلا اب ہر  
طرح کا چارہ کیا مگر ڈھکن

نہیں کھلنا تھا نہ کھلا عالم  
پریشانی میں لے کر باہر  
نکل گئے آگے ایک باغ میں  
ایک مشہور عالم دین جنت  
کے سولہ سالہ بچوں کو  
توحید کا مطلب سمجھا رہے  
تھے لیڈر صاحب بولے  
علامہ صاحب آپ نے جنت  
میں بھی توحید پڑھانا شروع  
کر دی یہ بوتل کا سوراخ  
نہیں مل رہا ذرا اسے تو دیکھیں

کھول دیں تو وہ کہنے لگے  
جناب مجھے تو ان غلامان  
جنت کے سوراخ نہیں ملے  
مجبوراً میں نے توحید پر  
لیکچر شروع کر دیا ہے میں  
بوٹل کا سوراخ کیسے  
ڈھونڈوں

لاحول ولا قوہ میرے رومیٹ  
کے منہ سے بھی یہی الفاظ  
نکلے

# ایک ہاسپٹل میں جاب

تبلیغی جماعت کے ساتھ اس  
سفر کے بعد کبھی تبلیغی  
بھائی میرے پاس نہیں آئے  
اس سے پہلے وہ میرے  
پاس آتے رہتے تھے کبھی  
شب جمعہ کے لیے کبھی  
ساتھ چلنے کے لیے خیر

میں نے ایم بی بی ایس کر  
لیا ساتھ ہی میری شادی  
اپنے ہی خاندان میں ایک  
گھریلو خاتون سے ہو گئی  
پھر ہاوس جاب کے بعد میں  
نے اسی ادارے میں  
اسپیشلائزیشن کی ڈگری  
حاصل کی اور ایک دوسرے  
شہر میں ایک ٹرسٹ ہاسپٹل  
میں جاب کر لی یہاں کچھ  
ایسے واقعات ہوئے کہ

قربانی کے خوابوں سے تو  
میری جان چھوٹ گئی تاہم  
حقیقی زندگی کے تلخ جام  
میرے منتظر تھے جنہیں  
میں نے نہ چاہتے ہوئے  
بھی نوش کرنا ہی تھا

# عجیب و غریب دعا

ٹرسٹ ہاسپٹل میں میری  
جواب مریضوں کا معائنہ کرنا  
اور ان کے آپریشن کرنا تھا  
یہاں اور بھی بہت سے ڈاکٹر  
تھے یہاں اس دور میں  
ڈاکٹروں کی تنخواہیں بھی

واجبی سی ہوتی تھیں جس  
سے بس اپنا کھانا پینا ہی  
ممکن ہوتا تھا باقی اخراجات  
ہمارے والدین ہی اٹھاتے  
تھے اور ہم نے بھی کبھی  
زیادہ پیسے کمانے کے  
بارے میں نہیں سوچا تھا  
شام کے اوقات میں ہم ڈاکٹر  
کامن روم میں گپ شپ  
کرتے رہتے یا کیرم کھیلتے  
ہاسپٹل کے اندر ہی ہمارے

ربائشی فلیٹس بنے ہوئے  
تھے بجوں کے لیے گراسی  
گروانڈ تھے ہاسپٹل میں ایک  
مسجد بھی تھی جہاں ہاسپٹل  
کا تمام عملہ نماز ادا کرتا تھا  
میں تاہم نماز جمعہ باقاعدگی  
سے ادا کرتا تھا روزے بھی  
مکمل رکھتا تھا

پھر یوں ہوا کہ ان دنوں  
انڈین گجرات میں ایک بڑا  
زلزلہ آیا تھا جس میں بہت

زیادہ ہلاکتیں ہوئیں تھیں  
تمام نارمل انسانوں کی طرح  
مجھے بھی اس کا دکھ تھا  
انڈیا ہمارا ہمسایہ ملک ہے  
اور ہمارے ملک میں انڈیا  
کی فلمیں سب لوگ بڑے  
شوق سے دیکھتے ہیں  
آج جمعہ کا دن تھا جمعہ کے  
روز ہم مسلمان نہا دھو کر  
دھلا ہوا لباس شلوار قمیض  
پہنتے اور جمعہ پڑھنے

چلے جاتے ہیں میری جمعہ  
کی نماز بچپن سے لے کر  
تب تک شاید ہی کبھی مس  
ہوئی ہو اور مولوی صاحب  
کی تقریر بھی بڑی توجہ  
سے سنا کرتا تھا نماز جمعہ  
کا سلام پھیرنے کے بعد  
مولوی صاحب نے دعا  
مانگنا شروع کی پہلے کچھ  
دعا مولوی عربی میں  
پڑھتے ہیں پھر خصوصی

دعا اردو میں ہوتی ہے دعا  
کے دوران ہم اپنے ہاتھ اوپر  
اٹھا کر پھیلائے رکھتے ہیں  
جیسے خدا نے اوپر سے  
کوئی چیز ہمارے ہاتھوں  
میں ڈال دینی ہے شاید یہیں  
سے ہم مسلمانوں کو  
مانگنے کی عادت پڑ جاتی  
ہے ہمارے فقیروں سے  
لیکر وزیروں تک سب  
مانگتے ہیں

خیر مولوی صاحب نے دعا  
مانگی یا اللہ گجرات میں ایک  
زلزلہ اور بھیج دے -- آمین  
مقتدی زور سے چلائے ، یا  
اللہ ان کے بچے بڑے سب  
مار دے -- آمین ، ( یا اللہ اُن  
کی ) ٹانگیں اور بازو توڑ  
دے ، یا اللہ ان کی پسلیاں  
آپس میں دھنس جائیں --  
آمین کی صدائیں آ رہی تھیں  
میں نے اپنے ہاتھ نیچے کر

لئے تھے میں خیرانگی سے  
محراب مسجد کی طرف دیکھ  
رہا تھا جہاں بیٹھا مولوی  
دعا مانگ رہا تھا میں نے  
نمازیوں کی طرف دیکھا  
میرے سینئر ڈاکٹر بھی دعا  
مانگ رہے یہاں سب ہاسپٹل  
کا عملہ تھا جن کا کام  
بیماروں کا علاج کرنا  
زخموں کا مرہم کرنا ہوتا ہے  
مگر سب انسانیت کی تباہی

دعا مانگ رہے تھے میں ان  
کو روکنا چاہتا تھا لیکن مجھ  
میں جرأت نہیں ہو رہی تھی  
کیونکہ ایسے مواقع پر  
اختلاف کرنا اپنی موت کو  
دعوت دینے کے برابر ہوتا  
ہے یا پھر آپ ایک مضبوط  
بیک گراؤنڈ رکھتے ہوں  
دعا کے بعد لوگ سنتیں اور  
نوافل ادا کرنے لگے مگر  
میں بیٹھا رہا پھر میں باقی

نماز پڑھے بغیر مسجد سے  
نکل آیا میں سوچ رہا تھا کہ  
مذہبی اختلاف کی بنا پر  
معاشرے کا سب سے زیادہ  
پڑھا لکھا طبقہ بچوں تک کو  
بے رحمی سے مار دینا  
چاہتا ہے

اس روز میں نے اپنے آپ  
سے عہد کیا کہ اب میں  
جمعہ پڑھنے تب ہی آؤں گا

جب میں مولوی کو روکنے  
کی جرات رکھوں گا

# آخری خواب

اس خواب کو آخری خواب  
اس لئے لکھ رہا ہوں کہ  
قربانی والے خوابوں میں  
سے یہ میرا آخری خواب  
ثابت ہوا جو اس ہاسپٹل میں  
دوران ڈیوٹی میں نے دیکھا  
ہو سکتا ہے کہ عید کی آمد  
آمد ہو اور میں نے ان  
خیالوں کو اپنے اوپر طاری

کیا ہو بہر حال اس کے بعد  
میں نے ایسا کوئی خواب  
نہیں دیکھا کیوں یہ میں  
نہیں جانتا۔۔ شاید کتابوں نے  
خوابوں کو شکست دے دی  
تھی

میرا ایک تایا زاد بھائی ہے  
جو ہمارے پورے خاندان  
میں سب سے زیادہ مذہبی  
ہے اس کی لمبی سی داڑھی

ہوا کرتی تھی ہر کام میں  
شریعت کا پابند

میں نے دیکھا کہ وہ میرے  
اسی فلیٹ میں بیٹھا عید کی  
قربانی کر رہا ہے سارا فرش  
خون سے بھرا ہوا ہے اس  
نے دھوتی باندھی ہے پاؤں  
بھی اس کے خون سے اٹے  
ہوئے ہیں اور ہاتھ بھی خون  
سے سرخ ہیں اس کے ہاتھ  
میں ایک لمبی سی چھری

تھی اور میں وہیں پر حسب  
سابق بندھا ہوا بیٹھا تھا اور  
میرے پاس ہی کافی سارے  
آدمی ذبح ہوئے پڑے تھے  
پھر اس نے میری طرف  
دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر  
میرے سر کے بال پکڑ لئے  
اور مجھے اپنی طرف  
کھینچا اس کے مجھے  
کھینچتے ہی میں یکدم سے  
نیند سے اٹھ کر بیٹھ گیا

میں نے کمرے میں چاروں  
طرف دیکھا جیسے میں  
یقین کر رہا ہوؤں کہ سب  
کچھ سلامت ہے تو اس کا  
مطلب ہے کہ میں بھی زندہ  
ہوں تب میں نے اپنے ہاتھ  
آگے کئے وہ بھی کھلے  
تھے اس بار بھی میرا سارا  
بدن پسینے سے شرابور تھا  
حالانکہ اس شہر کا موسم  
بھی اچھا ہوتا ہے اور ہمارا

ہاسپٹل بھی نہر کے کنارے  
واقع تھا ۔ میرے منہ سے  
بے ساختہ نکلا ، مبارک ہو  
آج پھر بچ گئے اٹھنے میں  
ذرا سی دیر ہو جاتی تو میں  
تو گیا تھا

# سفاكیت کی ایک داستان

یوں ہوتا ہے کہ کچھ باتیں  
آپ کو براہ راست متاثر کر  
رہی ہوتی ہیں تو کچھ  
واقعات جو دوسروں کے  
ساتھ بیتے ہوں انہیں سن کر  
بھی آپ بالواسطہ متاثر  
ہوتے ہیں اور کوئی نہ کوئی

نتیجہ اخذ کرتے ہیں ایک  
حاجی صاحب عمر جن کی  
ستر برس ہو گئی لمبے قد  
کاٹھ کے مالک تھے اپنا  
چپک اپ کروانے اکثر میرے  
پاس آیا کرتے تھے اور کچھ  
گپ شپ بھی لگایا کرتے  
تھے ایک دن کہنے لگے  
متحدہ ہندوستان میں مسلمان  
مسلمان کا بہت خیال رکھتے  
تھے میں نے کہا وہ کیسے

کہنے لگے میں کمشنر کے  
گھر میں چھپا ہوا تھا پولیس  
مجھے تلاش کرتی وہاں آئی  
تھی کمشنر مسلمان تھا اس  
نے کہا نہیں وہ یہاں نہیں  
ہے میں نے کہا حاجی  
صاحب آپ تو شریف خاندان  
کے چشم و چراغ ہیں آپ نے  
ایسا کیا کیا کہ پولیس آپ  
کے پیچھے لگی ہوئی تھی  
کہنے لگے ہم سے کچھ قتل

ہو گئے تھے اس لیے وہ  
کیسے میں نے پوچھا کہنے  
لگے یہ 1940 کی بات ہے  
ابھی پاکستان کے بننے کی  
تحریک نہیں چلی تھی انڈیا  
کے اس ضلع میں ہم  
مسلمانوں کے تین سو کے  
قریب گاؤں تھے ، شاید  
روہتک حصار کی بات ہے  
مجھے یاد نہیں ، اور ہمارے  
علاقے میں ہندوؤں کا ایک

ہی گاؤں تھا ، گاؤں کے نام  
میں کالی کا لفظ آیا تھا پورا  
نام مجھے یاد نہیں ، خیر  
کہنے لگے اس گاؤں میں  
مسلمانوں کا ایک ہی گھر  
تھا انہوں نے ہم سے  
شکایت کی کہ ہندو ہمیں  
تنگ کرتے ہیں ہم نے کہا ان  
سے پوچھ لیتے ہیں ہم نے  
آس پاس کے تمام دیہاتوں  
میں پیغام بھیج دیا اور ایک

دن مقرر کر لیا اس رات سب  
اکھٹے ہو کر آئے ہمارے  
پاس اس دور میں بر چھیاں  
ہوتی تھیں پھر ہم نے صبح  
چار بجے گاؤں پر حملہ کر  
دیا ایک دھوبن صبح صبح  
نہر پہ کیڑے دھونے جایا  
کرتی تھی بس وہ بچ گئی  
باقی ہم نے سب مار دیئے  
کیا کہا حاجی صاحب سب مار  
دیئے بے ساختہ میرے منہ

سے نکلا ہاں ہاں سب مار  
دئیے اس نے بڑے اطمینان  
سے کہا حاجی صاحب  
چھوٹے چھوٹے بچے وہ  
بھی ہاں ہاں سب وہ مائیں  
جو بچوں کو سینے سے  
لگاتی ہوں گی وہ بہنیں جو  
بھائیوں کی زندگی کی بھیک  
مانگتی ہوں گی جی جی  
ڈاکٹر صاحب سب مار دیئے  
ایک بار پھر وہ بولے حاجی

صاحب کب چلے گئے  
مجھے پتہ نہیں میرا دماغ  
ماؤف ہو گیا تھا میں  
مریضوں سے بھی فارغ ہو  
گیا تھا شاید میں فلیٹ میں  
چلا گیا کتنی دیر تک میں  
دہراتا رہا سب مار دیئے سب  
مار دیئے آج بھی یہ لفظ  
میری سماعتوں میں  
گونجتے ہیں یہ واقع سننے  
بیس سال تو ہو گئے ہیں

میں سوچ رہا تھا کہ انسان  
مذہبی تعصب میں کس قدر  
ظالم ہو جاتا ہے کہ وہ  
چھوٹے چھوٹے بچوں کو  
بھی نہیں بخشتا پھر مجھے  
یاد آنے لگا کہ قرآن میں  
بھی تو اللہ کہتا ہے کہ ہم نے  
قوم لوط پر عذاب بھیجا اور  
ان سب کو ہلاک کر دیا کیا  
خدا نے بھی بڑوں کے ساتھ  
بچوں کو مار دیا ہو گا کوئی

ایک دن کا بچہ کوئی ایک  
ماہ کا بچہ کوئی سال کا  
کوئی پانچ سال کا کوئی دس  
پندرہ سال کا کیا خدا نے ان  
بچوں کو بھی ہلاک کر دیا  
تھا خدا نے یہ تو بتایا کہ  
اس نے قوموں کو ہلاک کر  
دیا مگر یہ اس نے کبھی  
نہیں بتایا کہ اس نے بچوں  
کو بچا لیا تھا خدا کے ماننے  
والے بھی بستیاں اجاڑتے

نظر آتے ہیں ابراہیم بیٹے  
سے کہتا ہے خدا نے  
تمہاری قربانی مانگی ہے  
بیٹے کو چھوڑ دیا تو جانور  
ہزاروں سال سے ذبح ہوئے  
جا رہے ہیں اور حاجی  
صاحب کو اپنے کئے پر آج  
بھی کوئی شرمندگی نہیں  
تھی ہو بھی کیسے سکتی  
ہے کہ مسلمان ہر سال  
جانوروں کو اپنی ٹانگوں

تلے دبائے چھری پھیرتے  
ہیں خون کے گرنے کا خوف  
ان کے ذہن سے نکل جاتا  
ہے پھر جانور ہو کہ  
دوسرے مذہب کا انسان یہ  
ایک جیسا سلوک روا  
رکھتے ہیں

کچھ انہی دنوں کی بات ہو  
گی جب میں ایک نئے دوست  
سے ملنے اس کے گھر گیا  
ہوا تھا کھانا وہیں کھایا تھا

کچھ دیر بعد وہ کہنے لگے  
آؤ ڈاکٹر صاحب باہر ذرا پیدل  
ہی گھوم پھر کر آتے ہیں ہم  
چلتے چلتے قصبے کے ایک  
چھوٹے سے ریلوے اسٹیشن  
پر پہنچ گئے وہ وہاں رکے  
پٹری کی طرف دیکھتے  
رہے پھر بولے یہ وہ جگہ  
ہے جہاں 1947 کے  
ہنگاموں میں یہاں کے  
لوگوں نے ہندوؤں کی ٹرین

کاٹ دی تھی ،سب مار دئیے  
گئے ہوں گے میں نے آہستہ  
سے کہا وہ بولے ہاں ان کی  
لاشیں ہی گئی تھیں میں چپ  
رہا انہیں کیا کہتا وہ خود  
بھی اس وقت بچے ہی ہوں  
گے اور یہ واقع وہاں کے  
بزرگوں سے سنا ہو گا  
کاش انسان انسان ہی رہتے  
ہندو مسلمان سکھ عیسائی  
یہودی نہ ہوتے

# کاغذ کا ٹکڑا

زندگی کچھ حادثات اور کچھ  
حسین اتفاقات کا مجموعہ ہی  
ہے کسی حادثہ کے یا حسن  
اتفاق کے آپ کے ساتھ  
وقوع پذیر ہونے کا انحصار  
اس بات پر ہوتا ہے کہ آپ  
اس وقت کہاں پر تھے ورنہ  
اوپر سے تقدیر میں لکھا ہوا  
کچھ بھی نازل نہیں ہوتا اور

میرا یہ ماننا ہے کہ اگر کوئی  
اوپر بیٹھا تقدیر لکھ رہا ہوتا  
تو وہ ظلم کبھی بھی نہیں  
لکھتا

میں ہاسپٹل سے چھٹی کر  
کے فلیٹ جا رہا تھا کہ میری  
نظر کاغذ کے ایک ٹکڑے پر  
پڑی اس پر عربی میں کچھ  
لکھا ہوا نظر آ رہا تھا میں  
نے اسے اٹھا لیا کہ آگے  
کسی دیوار میں لگا دوں گا

ہم خنفی بریلوی بہت عقیدت  
مند ہوتے ہیں کسی کاغذ پر  
عربی لکھی نظر آ جائے تو  
اسے زمین سے اٹھا لیتے  
ہیں پھر صاف کر کے کسی  
دیوار میں لگا دیتے ہیں ہم  
سعودی عرب سے آنے والی  
کھجوروں کی گھٹلیاں بھی  
نیچے نہیں پھینکتے انہیں  
چھت پر پھینکتے ہیں ہم آب

زمزم کو کھڑے ہو کر قبلہ  
رو ہو کر پیتے ہیں

سو اسی نیت سے میں نے  
وہ کاغذ اٹھا لیا فلیٹ تک

جانے میں مجھے کوئی  
ایسی دیوار ملی نہیں جس  
میں میں اسے لگا سکتا  
چنانچہ میں اسے فلیٹ میں  
ہی لے آیا ریلکس ہونے کے  
لئے کرسی پر بیٹھ گیا پھر  
خیال آیا کہ اس پر کیا لکھا

ہے عبارت پڑھ کر میں  
چونک گیا اس پر لکھا تھا  
کہ عید الاضحیٰ پر جو  
قربانی ہم گلی محلوں میں  
دیتے ہیں اس کا قرآن نے  
کہیں حکم نہیں دیا مزید یہ  
کہ قربانی صرف کعبہ میں  
ہے اور حج کا ایک رکن ہے  
قرآن کی آیات بطور ریفرنس  
لکھی تھیں

کاغذ کے اس ٹکڑے سے  
معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ  
کس کتاب کا ہے کس فرقے  
کا ہے

آیت تو لکھی ہے مجھے  
خود قرآن سے دیکھنا  
چاہئے میں نے قرآن مجید  
اٹھایا اور اس آیت کو دیکھا  
ویسے ہی لکھا تھا

ہو سکتا ہے کہ کسی اور  
آیت میں حکم دیا گیا ہو میں

نے سوچا کہ مجھے سارا  
قرآن بمعہ ترجمہ پڑھنا  
چاہیے اس سے پہلے میں  
قرآن کی صرف عربی پڑھا  
کرتا تھا اور تقریباً ہر  
رمضان میں قرآن پورا پڑھا  
کرتا تھا میں نے سوچا کہ  
عربی میں تو سینکڑوں بار  
پڑھا ہے اب صرف ترجمہ  
پڑھتے ہیں ویسے عربی

گرائمر پر مجھے تھوڑا بہت  
عبور حاصل تھا

پس میں نے ارادہ کر لیا کہ  
حقیقت کی کھوج لگانے کے  
لیے مجھے خود اس بحرِ  
تحقیق میں اترنا ہوگا ۔

# بحر تحقیق میں چھلانگ

پس میں نے قرآن مجید کو الحمد  
سے والناس تک پڑھنے کا ارادہ  
کر لیا دوپہر کا کھانا کھایا پھر  
وضو کیا اور قرآن لے کر بیٹھ گیا  
میں نے قرآن مجید کا سارا ترجمہ  
ڈیڑھ دو ماہ میں پڑھ لیا ہو گا اور  
جیسا میں نے اس کاغذ پر پایا تھا  
وہی حقیقت تھی جیسے قرآن مجید  
کی یہ آیت



وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۖ فَإِنْ أُخْصِرْتُمْ فَمَا  
 اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ  
 يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ ۖ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ  
 بِهِ آذَىٰ مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ  
 نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ ۖ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ  
 فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ  
 ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۚ تِلْكَ  
 عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ۚ ذَلِكُمْ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي  
 الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَ اتَّقُوا اللَّهَ وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ  
 شَدِيدُ الْعِقَابِ (١٦٦)

اور حج اور عمرہ اللہ

ترجمہ: کنز العرفان

کے لئے پورا کرو پھر اگر تمہیں (مکہ سے) روک



کے لئے پورا کرو پھر اگر تمہیں (مکہ سے) روک دیا جائے تو (حرم میں) قربانی کا جانور بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو روزے یا خیرات یا قربانی کا فدیہ دے پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی لازم ہے جیسی میسر ہو پھر جو (قربانی کی قدرت) نہ پائے تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات روزے (اس وقت رکھو) جب تم اپنے گھر لوٹ کر جاؤ، یہ مکمل دس ہیں۔ یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔



اور اس آیت میں صاف لکھا  
ہے کہ اگر تم کسی وجہ سے  
مکہ سے روک دیئے جاؤ تو  
اپنا جانور وہاں بھیج دو اور  
جب وہ وہاں قربان ہو جائے  
تو اپنا سر منڈوا دو

حیرت ہے کہ مسلمان آدھی  
آیت پر عمل کرتے ہیں جانور  
ذبح کر دیتے ہیں مگر اپنا  
سر نہیں منڈواتے جانوروں  
کی کھال تو بک جاتی ہے

جس سے مذہبی جماعتیں  
خوب فیضیاب ہوتی ہیں اگر  
سر کے بالوں کی بھی  
فروخت ہوتی تو مولویوں  
نے بال بھی منڈوا دینے  
تھے اس امت کے

حیرت کی بات تو یہ بھی تھی  
کہ قرآن میں عید الفطر اور  
عید الاضحی کے نام تک  
موجود نہیں جب عید  
الاضحی کا کوئی ایونٹ قرآن

میں آیا ہی نہیں تو پھر آپ  
کے عید منانے اور عید پر  
قربانی کرنے کے فعل کا کیا  
جواز ہے جواب آئے گا کہ  
حدیث مبارک تو اس کے  
لیے مجھے حدیث کی اسٹڈی  
کرنا ہو گی یہی سوچ کر میں  
نے بخاری شریف کے  
مطالعہ کا پروگرام بنایا  
چنانچہ میں نے بخاری کے  
تین والیوم خرید کیئے میرا

یہ ماننا ہے کہ اگر آپ نے  
کسی کتاب کو سمجھنا ہے  
تو اس کتاب کا مکمل مطالعہ  
کریں ایک بھی لفظ چھوڑے  
بنا اور یہی میں نے کیا۔ میں  
نے بخاری کے صفحہ اول  
سے لیکر تیسرے والیوم  
کے آخری صفحہ کے آخری  
لفظ تک کا مطالعہ یوں کیا کہ  
پن میرے ہاتھ میں ہوتا اور  
میں اہم باتوں پر نشان بھی

لگاتا رہتا جہاں کسی بات  
میں کوئی مفہوم پوشیدہ ہوتا  
اسے کئی دن تک سوچتا  
رہتا تصور ہی تصور میں  
میں وہاں موجود ہوتا میں  
آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اس  
بارے میں کسی سے اس  
وقت تک مباحثہ نہ کریں جب  
تک کہ اس نے متعلقہ کتاب  
کا مکمل مطالعہ نہ کیا ہو  
کیونکہ آپ لاکھ دلیل دیں

صفحہ نمبر نکال کر دکھا  
دیں تب بھی اس کی عقیدت  
اور عقیدہ کو توڑ نہیں  
سکتے کتاب کا مکمل مطالعہ  
ہی انسان کو کچھ سوچنے  
پر مائل کر سکتا ہے اور  
مکمل مطالعہ سے میرے  
ذہن میں بھی بہت سے  
سوالات پیدا ہو گئے تھے تب  
میں نے حدیث کی دوسری  
کتاب ابن ماجہ کا سیٹ خریدا

تاہم میں نے دیکھا کہ  
احادیث معمولی ردوبدل کے  
ساتھ وہی ہیں اس لیے میں  
نے اس کتاب کا مکمل  
مطالعہ کرنا مناسب نہیں  
سمجھا قرآن کا ترجمہ  
پڑھتے ہوئے تفسیر میں  
بائبل کا ذکر بھی پڑھا تھا کہ  
فلاں بات بائبل میں لکھی ہے  
چنانچہ ابن ماجہ کے مختصر  
مطالعہ کے بعد میں نے بائبل

کا مکمل مطالعہ کیا اس کے  
بعد میرے سامنے یہ سوال  
تھا کہ کیا دوسری اقوام بھی  
قربانی کرتی تھیں اس  
سلسلے میں تقابل ادیان کا  
مطالعہ کافی مفید رہا

اس ضمن میں یہ بات بھی  
قابل غور ہے کہ آنحضرت  
تیرہ سال بعد از پہلی وحی  
کے مکہ میں قیام پذیر رہے  
اور اس عرصہ میں کیا آپ

ہر سال قربانی کرتے تھے  
ہمیں اس بات کا کوئی ثبوت  
نہیں ملتا آپ نے اپنی حیات  
میں کتنی مرتبہ قربانی کی  
کوئی ثبوت نہیں

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ  
آپ سے قبل جو پیغمبر خدا  
تھے یعنی حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام انہوں نے اپنی  
قوم کو قربانی کرنے سے  
منع کیا تھا کیا حضرت

عيسىٰ عليه السلام كبھی  
خانہ کعبہ میں فریضہ حج و  
قربانی کے لئے تشریف  
لائے تاریخ کنگھال لیں تو  
جواب نفی میں آئے گا کیا  
حضرت ابراہیم کے بیٹے  
حضرت اسحاق اپنے باپ  
ابراہیم کی یہ سنت ادا کرنے  
کے لیے کبھی خانہ کعبہ میں  
تشریف لائے کیا حضرت  
اسحاق کی اولاد میں سے

کبھی کوئی یہاں آیا کیا  
حضرت یوسف جو پاس ہی  
مصر کے گورنر تھے وہ  
یہاں کبھی اپنے جد امجد کی  
نشانیاں دیکھنے حج و عمرہ  
و قربانی کرنے آئے کیا  
حضرت سلیمان علیہ السلام  
جن کے پاس اڑنے والا تحت  
تھا کبھی اس تحت پر بیٹھ  
کر مکہ میں تشریف لائے  
پاس ہی تو فلسطین میں

رہتے تھے ان تمام باتوں کا  
جواب آپ کو نفی میں ہی  
ملے گا اور یہودیوں کا یہ  
کہنا ہے کہ قربانی حضرت  
اسحاق کی پیش کی گئی تھی  
اگر حضرت اسحاق کی  
قربانی پیش کی گئی تھی تو  
پھر وہ مکہ میں نہیں ہو  
سکتی اور اگر وہ مکہ میں  
اسمعیل کی قربانی پیش کی  
گئی تھی تو پھر حضرت

ابراہیم کی اولاد ضرور یہاں  
اپنے باپ کی نشانیوں کو  
دیکھنے اور ان کی سنت ادا  
کرنے کے لیے یہاں آتی  
جبکہ قرآن خود اس بارے  
میں خاموش ہے کہ کون  
سے بیٹے کی قربانی پیش  
کی گئی تھی  
اور اگر یہ قربانی حضرت  
اسحاق کی تھی تو پھر حج  
پر کی جانے والی قربانی

حضرت ابراہیم کی سنت  
کیوں کر ہو سکتی ہے

مزید برآں روایات سے  
معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ  
شریف کی تعمیر گیارہ مرتبہ  
ہوئی پہلی بار کعبہ کی تعمیر  
فرشتوں نے کی پھر حضرت  
آدم علیہ السلام نے پھر  
حضرت شیث علیہ السلام نے  
پھر حضرت ابراہیم علیہ  
السلام نے حضرت اسماعیل

علیہ السلام کے ساتھ مل کر  
تعمیر کیا روایات میں یہ بھی  
بتایا جاتا ہے کہ جب حضرت  
ابراہیم علیہ السلام اپنے  
بیٹے اسمعیل اور یوی  
ہاجرہ علیہا السلام کو یہاں  
چھوڑ کر گئے تو یہ ایک  
بے آب و گیاہ وادی تھی اور  
یہاں کسی قسم کی عمارت  
نہیں تھی بعض جگہ لکھا  
ہے کہ عمارت تھی پھر

لکھا ہے کہ جب ابراہیم  
پیغمبر نے اسے تعمیر کیا تو  
شروع بنیادوں سے بنایا اور  
یہ اٹھارہ ہاتھ اونچا بنایا اس  
طرح کہ پتھر پر پتھر  
رکھتے جاتے اور کسی قسم  
کے گارے یا چونے کا  
استعمال نہیں کیا اور اس  
طرح بنایا کہ اس کی چھت  
نہیں بنائی اب ہم یہ سوال  
اٹھا سکتے ہیں کہ جب

فرشتوں نے بنایا حضرت آدم  
نے بنایا حضرت شیث نے  
بنایا تو کیا یہاں کسی نے  
بھی پانی کا کوئی انتظام نہیں  
کیا تھا حتیٰ کہ وضو کرنے  
کے لیے بھی پانی نہیں تھا  
تو پھر اس کا مصرف کیا تھا  
یعنی فرشتوں کے ہاتھوں  
سے بنی ہوئی عمارت بھی  
بے آب گیا بنی پڑی رہی اور

حضرت ابراہیم کو پھر  
بنیادوں سے ہی بنانا پڑا  
اب سوال پھر یہی پیدا ہو  
جاتا ہے کہ اگر کعبہ کی  
تعمیر فرشتوں کے ذریعے  
اور حضرت آدم اور پھر ان  
کی اولاد کے ذریعہ ہو چکی  
تھی تو پہلی الہامی کتابوں  
میں اس کا تذکرہ کیوں نہیں  
ہے یہاں حج کیوں نہیں ہوتا  
تھا اگر یہاں حج اور قربانی

ہو رہی تھی تو یہودیوں اور  
عیسائیوں کی عبادت کا مرکز  
یہی ہوتا اور انہیں ہیکل  
سلیمانی بنانے کی ضرورت  
پیش ہی نہ آتی اور خود  
آنحضرت شروع میں بیت  
المقدس کی طرف ہی منہ  
کر کے نماز ادا کیا کرتے  
تھے کیا یہ عجیب بات نہیں  
کہ جس گھر کو خدا نے  
فرشتوں سے اور انبیاء سے

تعمیر کروایا تھا وہ بی  
عبادت کا مرکز نہیں تھا  
مزید برآں روایات سے یہ  
بھی معلوم ہوتا ہے کہ  
حضرت ابراہیم کا زمانہ  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
سے دو ہزار قبل کا ہے یعنی  
آج سے تقریباً چار ہزار قبل  
جبکہ اس زمانے میں  
مختلف مقامات پر مختلف  
تہذیبیں پھل بھول رہی تھیں

جیسے ہندوستان میں ہڑپہ  
کی تہذیب آج سے چھ سے  
نو ہزار قبل کی بتائی جاتی  
ہے جہاں طلباء کے لئے  
یونیورسٹی بھی قائم تھی  
اسی طرح وادی سندھ کی  
عظیم الشان تہذیب حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام سے تین  
ہزار سال قبل کی بتائی جاتی  
ہے خود حضرت ابراہیم علیہ  
السلام کے زمانے میں

نمرود کی بادشاہت بھی ایک  
عظیم الشان سلطنت بتائی  
جاتی ہے اور خود حضرت  
ابراہیم علیہ السلام ایک  
صاحب حیثیت پیغمبر بتائے  
جاتے ہیں جن کے پاس مال  
و دولت کی فراوانی بھی تھی  
تو یہ کیوں کر تسلیم کیا جا  
سکتا ہے کہ جب انہوں نے  
بیت اللہ کی تعمیر کی تو ان  
کے ساتھ صرف حضرت

اسماعیل ہی ان کی مدد کر  
رہے تھے اور انہوں نے  
ایک چھوٹی سی عمارت کی  
چنائ کر دی اور صرف ایک  
کمرہ نما عمارت تعمیر کی  
جس کی چھت بھی نہیں بنائی  
گئی اور کیا انہوں نے ہی  
وہاں شیطان کے تین پتلے  
بنائے تھے یا یہ بہت بعد  
میں بنائے گئے ہیں

# قدیم اقوام میں قربانی

اسلام میں قربانی کے نقطہء  
نظر کا مطالعہ کرنے کے بعد  
میں نے قدیم اقوام میں  
قربانی کی رسومات کا  
مطالعہ کرنا بھی ضروری  
سمجھا تا کہ میں جان  
سکوں کہ مسلمانوں نے

قربانی کی رسومات کن سے  
لیں اور قدیم اقوام بھی کیا  
قربانی کرتی تھیں  
مطالعہ سے معلوم ہوا کہ  
مسلمان اقوام عالم کو دو  
حصوں میں تقسیم کرتے ہیں  
سامی اقوام جو خدا پر ایمان  
رکھتی ہیں اور غیر سامی  
اقوام جن کے اپنے الگ الگ  
خدا ہیں جیسے ہندو

سامی اقوام میں یہودی  
عیسائی اور مسلمان حضرت  
ابراہیم پر ایمان رکھتے ہیں  
تاریخ کے مطالعے سے پتا  
چلتا ہے کہ یہودی مختلف  
مواقع پر مختلف طرح کی  
قربانیاں دیا کرتے تھے تاہم  
انہوں نے اپنی قربانیوں کو  
کبھی بھی سنت ابراہیم کے  
طور پر ادا نہیں کیا یہودی  
بیل گائے بکرے اور فاختہ

کی قربانی کیا کرتے تھے  
اور بعض اوقات اجناس  
جیسے گندم اور خوشبو کی  
قربانی بھی دیا کرتے تھے  
اور بعض اوقات مرغ کی  
قربانی دیا کرتے تھے  
ایرانیوں کے ہاتھوں ہیکل  
سلیمانی کی تباہی کے بعد  
انہوں نے قربانیوں کا سلسلہ  
موقوف کر دیا

اگر یہودی اپنی قربانیوں کو  
حضرت ابراہیم سے منسلک  
کرتے تو وہ خانہ کعبہ میں  
ضرور آتے خود حضرت  
موسیٰ اور ہارون علیہ  
السلام کبھی حج یا قربانی  
کے لئے یہاں نہیں آئے  
حضرت عیسیٰ بھی یہودیوں  
کے پیغمبر تھے اور قربانیاں  
کرنے سے اپنی قوم کو منع  
کیا کرتے تھے اگر یہ قربانی

منجانب اللہ ہوتی جسے اللہ  
نے حضرت ابراہیم کی سنت  
کے طور پر جاری رکھا ہوتا  
تو نہ صرف حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام اپنی قوم کو  
قربانی سے منع نہ کرتے  
بلکہ خود بھی کعبہ میں آتے  
اور قربانی کرتے بلکہ اللہ  
کے تمام پیغمبر یہاں زندگی  
میں کم از کم ایک مرتبہ

ضرور آتے مگر ایسا نہیں  
ہے

غیر سامی اقوام میں بھی  
قربانی کے مختلف طریقے  
رائج تھے بلکہ سامی اقوام  
کی نسبت غیر سامی اقوام  
میں قربانی زیادہ کی جاتی  
تھی یہاں انسانوں سے لیکر  
جانوروں تک کی قربانی  
بتوں اور دیوتاؤں کے نام  
پیش کی جاتی تھی مصر کے

لوگ ایک دور میں اپنا پہلا  
بچہ بتوں کے نام پر قربان  
کر دیا کرتے تھے دریائے  
نیل کو ایک دوشیزہ کی  
قربانی پیش کیا کرتے تھے  
کیا ہم یہ سوچنے میں حق  
بجانب نہیں ہیں کہ اقوامِ عالم  
میں سامی اقوام تعداد میں  
جبکہ بہت کم تھیں اور غیر  
سامی اقوام زیادہ تھیں تو کم  
تعداد والوں نے زیادہ تعداد

والوں سے ہی یہ رسومات  
حاصل کی تھیں

یہ میرا ماننا ہے کہ ہمارے  
آج کے افعال اور ہماری آج  
کی رسومات جو ہم اپنے  
بزرگوں کی تقلید میں کرتے  
چلے آ رہے ہیں اور جن کا  
آج کے دور سے تعلق نہیں  
ہے ان کی حقیقت جاننے کے  
لیے ہمیں ماضی کے مزارات  
کی ہی کھدائی کرنا اور

مطالعہ کرنا ہو گا تب ہی ہم  
ان کی حقیقت جان پائیں گے  
جیسے ہم دعائیں مانگتے  
ہیں اور ہر دعا کے بعد آمین  
کہتے ہیں کہاں سے آیا ہے  
یہ لفظ آمین کیا اس کا تعلق  
مصریوں کے دیوتا آمون  
سے ہے یہودی تقریباً چار  
سو سال تک مصر میں رہے  
مصری اپنی دعاؤں میں  
آمون دیوتا کو پکارا کرتے

تھے وہیں سے یہودیوں نے  
یہ لفظ لیا ہو گا اور یہودیوں  
سے مسلمانوں نے آمین کی  
صورت میں لے لیا ہو گا  
ورنہ قرآن میں تو لفظ آمین  
موجود نہیں ہے اور نہ ہی  
قرآن نے کہیں کہا ہے کہ دعا  
مانگنے کے بعد آمین کہا کرو  
شاید اسی لئے ہماری دعائیں  
قبول نہیں ہوتیں کیونکہ وہ  
رونگ نمبر پر جا رہی ہیں

# غربت کے پیچھے کیا راز ہے

پھر یوں ہوا کہ میں نے جاب  
کو خیر باد کہا کیونکہ  
تتخواہ اتنی تھوڑی تھی کہ  
بمشکل ہی اپنا گزارہ چلتا تھا  
اب تک میرے دو بچے  
ہو گئے تھے چنانچہ میں نے  
پرائیویٹ پریکٹس کرنے کا

ارادہ کیا اور ایک دوسرے  
شہر میں چلا آیا۔ میرے اب  
تک کے مطالعہ کا مقصد  
قربانی کی حقیقت جاننا ہی  
رہا تھا اور یہ اسی مطالعہ کا  
نتیجہ ہے شاید کہ آج بیس  
سال ہو گئے میں نے پھر  
کبھی ایسا خواب نہیں دیکھا  
اور نہ ہی میں نے کبھی  
قربانی کی ہے ہمارے ہاں  
ایک رسم یہ بھی ہے کہ

بیٹے کی پیدائش پر ہم عقیقہ  
کرتے ہیں اس میں ایک  
جانور ذبح کر کے غریبوں  
میں گوشت تقسیم کرتے ہیں  
اور باقی پکا کر دعوت  
کرتے ہیں میں نے یہ بھی  
نہیں کیا کیونکہ میں اپنے  
بچوں کے سر سے بلائیں  
ٹالنے کے لیے کسی معصوم  
کی جان نہیں لے سکتا تھا

اب تک کے مطالعہ سے  
میرے اندر کے بت کے بدن  
پر سے ملائیت کی ڈالی ہوئی  
سفید چادریں اتر چکی تھیں  
مگر میں نہیں جانتا تھا کہ  
اندر کا مسلمان بت ابھی بھی  
آب و تاب سے کھڑا ہے خدا  
کے نام پر مجھے مریض ہی  
لوٹتے رہے اور جو کچھ  
پیسے بچتے تو کوئی ادھار  
لے جاتا اور کبھی واپس نہ

کرتا مگر میں پھر بھی  
محنت میں یوں مگن رہتا کہ  
میں سرجری کر رہا ہوں  
روزہ رکھا ہوا ہے افطاری کا  
وقت ہو گیا ظاہر ہے کہ میں  
سرجری چھوڑ کر تو نہیں  
جا سکتا چنانچہ میرا کوئی  
اسٹنٹ میرے منہ میں  
کھجور ڈال دیتا کہ روزہ  
کھلنے میں تاخیر ہو جائے  
تو الٹا گناہ ہوتا ہے ایسی

محنت کے بعد عالم یہ ہوتا  
تھا کہ کبھی میرے پاس  
مکان کا کرایہ دینے کے  
پیسے بھی نہ ہوتے حالانکہ  
میں ایک عام سے گھر میں  
رہتا تھا تاہم میرے مالک  
مکان بہت اچھے تھے انہوں  
نے کبھی مجھ سے نہ کرایا  
مانگا اور نہ کبھی یہ  
احساس ہونے دیا کہ میں  
نے پچھلے ماہ بھی کرایا

نہیں دیا میرے بچے عام  
سے سکولوں میں پڑھتے  
تھے اور میری گاڑی دن بہ  
دن مرزا غالب کی سائیکل کی  
طرح ہوتی جا رہی تھی  
پریکٹس کے دوران مریض  
مجھے خدا کے نام پر ہی  
لوٹتے رہے اللہ آپ کا بھلا  
کرے گا غریب کا تو مانا کہ  
ٹھیک ہے امیروں کو بھی نہ  
جانے کیسے معلوم ہو جاتا

تھا کہ ڈاکٹر بہت خدا ترس  
اور میرے اندر بھی خدا کوٹ  
کوٹ کر بھرا ہوا تھا جو کہتا  
تھا کہ نیکی کا اجر آخرت  
میں ملے گا جو کہتا تھا کہ  
اوپر والا ہاتھ نیچے والے  
ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے ایک  
دن میں اپنے بچوں سے  
باتیں کر رہا تھا میں نے ان  
سے کہا میں کیا کروں میری  
طبیعت ہی ایسی ہے جس نے

مجھ سے پیسہ مانگا میں  
نے دے دیا بس آج تک کسی  
نے مجھ سے میری جان  
نہیں مانگی ورنہ شاید وہ  
بھی دے دیتا۔ پھر یوں ہوا کہ  
تقریباً پانچ سال کے بعد میں  
نے اپنے شہر واپس جانے  
کا ارادہ کر لیا جہاں میری  
جائے پیدائش ہے اور جہاں  
میرے والدین اور بھائی مقیم  
تھے ہمارا یہ گھر بہت بڑا

تھا اور والدین اور بھائیوں  
کو میرے آنے سے کوئی  
تنگی نہیں ہونے والی تھی  
شہر سے کوچ کرتے وقت  
میرے مالک مکان ان کے  
بچے اور دوست وہ لوگ  
تھے جو مجھے روکتے  
تھے کہ واپس نہیں جاؤ مگر  
شاید میں اب رکنا محال تھا

ہو چکیں غالب  
بلائیں سب تمام  
ایک مرگِ  
ناگہانی اور بے

میں اپنے شہر واپس آ گیا  
پھر یہاں ایک دن ایک  
مریض سے ایک چھوٹا سا  
مکالمہ ہوا جس نے مجھے

ایک بار پھر بحر تحقیق میں  
اترنے پر آمادہ کر دیا

میں نے ایک غریب سے  
علاقے میں اپنا ایک چھوٹا  
سا ہاسپٹل بنا لیا چند دن ہی  
ہوئے تھے ایک مریض کو  
میں نے آپریشن کا مشورہ  
دیا اس کے پوچھنے پر اس  
کی حالت دیکھتے ہوئے میں  
نے اسے بہت تھوڑے سے  
پیسے بتائے جس پر وہ

کہنے لگا کہ اس کے پاس  
تو پیسے نہیں ہیں میں نے  
اس سے پوچھا کہ وہ کیا  
کرتا ہے تو کہنے لگا کہ  
کسان ہوں تب میں نے کہا  
کہ اتنی عمر ہو گئی ہے اور  
تمہارے پاس اتنے سے  
پیسے بھی نہیں ہیں اس نے  
کہا کہ بس نہیں ہیں  
اس کے جانے کے بعد  
میرے دل میں جانے کیوں

ایک خیال سا بیٹھ گیا کہ آخر  
اس کے پاس اتنے پیسے  
کیوں نہیں ہیں کہ کم از کم یہ  
اپنی حالت ہی سنوار کر  
رکھے ٹوٹا ہوا جوتا پھٹے  
پرانے کپڑے اگلے کئی دن  
میں کسانوں کے بارے میں  
سوچتا رہا مجھے ایسے لگا  
کہ میں جوں جوں سوچ رہا  
تھا مجھے ایک کسان کی  
غربت کے اسرار سمجھ آنے

لگے تھے کیا میں درست سوچ  
رہا ہوں یا غلط مجھے اب اس  
ٹاپک پر کسی کتاب کی تلاش من  
کو اکسانے لگی تھی چنانچہ  
میں نے بک شاپس اور  
لائبریریوں کا رخ کیا اور کسی  
ایسی کتاب کی تلاش شروع کر  
دی جو مجھے میرے سوالوں کا  
جواب دیتی اور آخر پھر کچھ  
ایسی کتابیں مل ہی گئیں  
ڈھونڈنے اور سوچنے سے تو  
کہتے ہیں کہ خدا بھی مل جاتا ہے

# معاشرے میں غربت کے اسرار

اگر آپ منہ میں سونے کا  
چمچہ لے کر پیدا ہوئے ہیں  
تو اس میں آپ کا کوئی کمال  
نہیں اور اگر آپ کسی  
جھونپڑی میں پیدا ہوئے ہیں  
یا کسی غریب بستی میں پیدا  
ہوئے ہیں تو اس میں آپ کی  
کوئی خطا نہیں۔ آپ کے امیر

پیدا ہونے کا کریڈٹ یا غریب  
پیدا ہونے کی تصویر تو آپ  
کے والدین کی ہے یا اس  
معاشرے کی جس میں آپ  
پیدا ہوئے ہیں۔ امریکہ میں  
پیدا ہونے والے کے حالات  
کچھ اور ہوں گے اور افریقہ  
میں پیدا ہونے والے کے  
حالات کچھ اور ہی ہوں گے  
۔ ملکوں کے حالات آپ کی  
زندگی اور معاش پر اثر

انگیز ہوتے ہیں۔ آپ اپنے  
غریب ملک میں بھی بہت  
محنت کرتے ہوں گے لیکن  
صلہ اتنا نہیں ملتا ہو گا آپ  
نے کسی طرح ہمت کی یا  
کسی نے راہ دکھائی اور آپ  
امریکہ پہنچ گئے اب آپ اس  
سے کم محنت کر کے زیادہ  
خوشحال ہو سکتے ہیں  
بنسبت اس محنت کے جو آپ  
اپنے ملک میں کرتے رہے

ہیں کیونکہ وہاں پیسے ہی  
اتنے ہیں کہ آپ کو اپنی  
محنت سے بڑھ کر معاوضہ  
ملنے لگتا ہے۔ میرا یہ ماننا  
ہے کہ آپ کی قسمت میں نہ  
کوئی خوش بختی لکھی  
ہوئی ہے نہ کوئی حادثہ لکھا  
ہوا ہے۔ اس خوشبختی یا  
اس حادثے کا تعلق محض  
آپ کے وہاں موجود ہونے  
پر ہی منحصر ہوتا ہے

فرض کریں آپ گھر سے  
بائک پر نکلے ہیں کسی نے  
ابھی ابھی روڈ پر گڑھا  
کھودا ہے جیسے کہ ہمارے  
ملک میں یہ عام بات ہے اور  
آپ اس گڑھے میں گر کر  
زخمی ہو جاتے ہیں تو لوگ  
آپ کو کہنے لگتے ہیں کہ  
آپ کی تقدیر میں ہی خدا نے  
ایسے لکھا تھا جبکہ حقیقت  
میں یہ لکھنے والے خدا تو

وہ آپ خود ہوتے ہیں جو  
ایک طرف خدا کا نام لے کر  
اپنے جرم یا خطا پر پردہ ڈال  
دیتے ہیں اور دوسری طرف  
آپ کو بھی صبر شکر کی  
تلقین کرتے ہیں کہ ان اللہ  
معا الصابرين پڑھ کر بھول  
بہال جائیں۔ میرا یہ ماننا ہے  
کہ اوپر بیٹھا ہوا کوئی خدا  
آپ کی تقدیر نہیں لکھ رہا  
کیونکہ اگر وہ اوپر بیٹھا

لکھ رہا ہوتا تو وہ کسی کے  
ساتھ بھی ظلم نہیں لکھتا وہ  
یہ نہیں لکھ سکتا کہ کوئی  
چھوٹی سی بچی گلا گھونٹ  
کر ماری جائے گی اور اس  
کے ساتھ کچھ غلط بھی کیا  
جائے گا وہ یہ بالکل نہیں  
لکھتا کہ کوئی چھوٹا سا بچہ  
بھوک سے مر جائے گا یا  
کسی بچے کو شیر کھا جائے  
گا وہ یہ نہیں لکھ سکتا کہ

فلاں آدمی کو اتنا غریب کر  
دیا جائے گا کہ وہ اپنے  
بچوں کی بھوک دیکھ کر  
خود کشی کر لے گا۔ یہ خدا  
یہ ہماری تقدیریں لکھنے  
والے اصل خدا تو یہی لوگ  
ہیں جو ہمارے وسائل پر  
قابض ہیں یہ حکمران بھی  
ہیں اور جاگیر دار بھی اور  
سرمایہ دار بھی اور خدا کے  
نام پر چندے لیکر خیراتیں

کرنے والے بھی اور خدا  
کے گھر بنا کر آپ کو عبادت  
پر لگا کر آپ کو جہنم سے  
ڈرا کر اور جنت کے خواب  
دکھا کر آپ سے چندہ  
مانگنے والے بھی یہی  
ہمارے اصل خدا ہیں جو  
ہماری تقدیر لکھتے ہیں  
ہمیں کہتے ہیں کہ اوپر  
والے سے مانگتے رہو اور  
خود ہم سے مانگتے ہیں

# 1 - جاگيردارى

## زميندارى سماج

ہمارے ملک کے وسائل کا  
70 فیصد زراعت پر انحصار  
کرتا ہے ایک ملک جس  
صنعت سے وابستہ ہوتا ہے  
اگر اس صنعت سے وابستہ  
لوگوں کے پاس پیسہ ہو گا  
تو وہ لوگ پیسہ لے کر

مارکیٹ میں آئیں گے اور  
اس پیسے کی سرکولیشن  
سے ہی دیگر شعبوں کے  
کام کا پیہ چلے گا اور اگر  
وہ پیسے والے لوگ اپنا  
پیسہ باہر کے ملک میں  
شفٹ کر دیتے ہیں تب مقامی  
مارکیٹ میں وہ پیسہ نہیں  
آئے گا اور مارکیٹ میں  
مندی کا رجحان چلے گا  
غربت میں اضافہ ہو گا اور

اگر اس صنعت سے وابستہ  
لوگوں کا پیسہ چند ہاتھوں  
میں مرکز ہو جائے تو وہ  
کتنا پیسہ مارکیٹ میں لائیں  
گے وہ اپنی ضرورت کے  
مطابق ہی خرچ کریں گے  
مثلاً اگر ایک سو آدمیوں کا  
پیسہ ایک ہی ہاتھ میں دے  
دیا جائے اور یہ سو آدمی  
مارکیٹ میں جائیں اور ہر  
آدمی نے اپنے اپنے واسطے

ایک ایک صوفہ سیٹ خریدنا  
ہو لیکن سب کے پیسے  
صرف ایک آدمی نے اپنے  
قبضے میں کر لئے ہیں تو  
وہ اکیلا آدمی اپنے لئے تو  
دو صوفے خرید لے گا جبکہ  
باقی 98 صوفے نہیں بکیں  
گے اور باقی 99 آدمی خالی  
ہاتھ گھر واپس آ جائیں گے  
اور مارکیٹ کا بھی فائدہ  
نہیں ہوا ایک دکاندار دو

صوفے بیچ کر خوشی  
خوشی گھر چلا گیا اور باقی  
99 دکاندار آج خالی ہاتھ گھر  
جائیں گے وہ جو دو صوفے  
بیچ کر گیا اس نے اپنے  
بچوں کے اسکول کی فیس  
ادا کر دی اور باقی 99 لوگ  
فیس نہیں دے سکے وہ  
ایک اسکول کے استاد کو جو  
فیس ملی اس نے آج دودھ  
والے کو پیسے دے دیئے

باقی 99 دودھ والے آج کے  
دن خالی ہاتھ چلے گئے  
اب جس کے پاس باقی 99  
لوگوں کے پیسے ہیں اس  
نے اپنی ضرورت سے بڑھ  
کر دو صوفے خرید لئے  
باقی پیسوں کا وہ کیا کرے  
گا ظاہر ہے کہ بینک میں  
جمع کرا دے گا۔ بینک اس  
لئے تو نہیں کہ لوگوں کے  
پیسے کی محض حفاظت کے

لیے اتنے انتظامات کریں  
جب تک بینک ان پیسوں  
سے کاروبار نہیں کرے گا  
بینک اپنے اخراجات پورے  
نہیں کر سکتا لہذا سب سے  
محفوظ کاروبار جس میں  
نقصان کا خدشہ نہیں وہی  
کرنا چاہیے اور وہ سود پر  
لوگوں کو قرض دے کر ان  
کی محنت سے پرافٹ کمانا  
ہے اس طرح بینک کبھی

نقصان نہیں اٹھاتا کیونکہ  
اس کے سود پر کاروبار کو  
قانونی حیثیت حاصل ہے  
۔ اس پر ہم مزید آگے چل کر  
گفتگو کریں گے۔ بینک یہ  
قرضہ انہی لوگوں کو دے گا  
جن کی مالی حالت مضبوط  
ہے اور ظاہر ہے کہ وہ امیر  
سرمایہ دار طبقہ ہے وہ بھی  
ان پیسوں سے کارخانہ  
لگائے گا سو آدمی مزدور

رکھے گا مزدور کم سے کم  
تتخواہوں پر رکھے گا اور  
بچت کو بینک میں جمع کرا  
دے گا اس طرح پیسے کی  
گردش اوپر والے طبقے میں  
جاری رہے گی اور نیچے  
والے طبقات روٹی پوری  
کرتے کرتے عمر گزار دیں  
گے

اب ہم زمینداری اور  
جاگیرداری نظام کی  
صورتحال کا جائزہ لیتے ہیں  
ہمارے ملک کے کچھ  
حصوں میں زمینداری نظام  
بے کچھ میں جاگیرداری اور  
کہیں یہ دونوں نظام موجود  
ہیں۔ زمینداری اور  
جاگیرداری نظام ایک ہی چیز  
کے نام نہیں ہیں اس میں  
واضح فرق ہوتا ہے ایک

شخص کے پاس سو مربع  
زمین ہے اور وہ زمیندار ہے  
دوسرے کے پاس 80 مربع  
زمین ہے یا دو سو مربع اور  
وہ گورنمنٹ کی طرف سے  
جاگیردار ڈیکلیئر کیا گیا ہے  
تو جاگیردار کو، چاہے اس  
کی زمین زمیندار سے کم  
بھی ہو، گورنمنٹ کی طرف  
سے کچھ مراعات حاصل  
ہوتی ہیں مثلاً وہ اپنے

مزارعوں سے ٹیکس لیتا  
ہے وہ اپنی ذاتی جیل بھی  
بناتا ہے علاقے کے تہانیدار  
اس کی مرضی سے لگتے  
ہیں خیر ہم اسلامی معاشرے  
میں غربت کے اسباب کو  
سمجھنے کی کوشش کر  
رہے ہیں چنانچہ جن لوگوں  
کے پاس بڑی بڑی زرعی  
جاگیریں ہیں اور ایسے شاید  
دس فیصد ہوں یا اس سے

بھی کم یا یوں کہہ لیں کہ  
ایسے تقریباً تین چار سو  
جاگیردار خاندان ہیں جن کے  
پاس نسل در نسل بڑے  
زرعی رقبے ہیں اور ان کے  
بعد وہ بڑے زمیندار ہیں جن  
کے پاس بڑے بڑے زرعی  
رقبے نسل در نسل چلے آتے  
ہیں اور یہ سب وقت کے  
ساتھ ساتھ اپنی جاگیریں  
بڑھاتے رہتے ہیں تو زرعی

پیداوار کا بڑا پرافٹ انہی  
لوگوں کے ہاتھوں میں ہے  
اور اسی سرمایہ کی بدولت  
بینکوں کا کام چلتا ہے اور  
دوسری طرف ان  
جاگیرداروں اور زمینداروں  
کا ملکی سیاست اور ملکی  
اداروں پر بھی قبضہ چلا آتا  
ہے

جبکہ چھوٹے چھوٹے کسان  
بمشکل اپنی روٹی پوری

کرنے کی تگ و دو میں  
لگے رہتے ہیں ان کے پاس  
اپنے علاج معالجے اور  
بچوں کی تعلیم کے لیے  
مناسب پیسے نہیں ہوتے  
اور نہ ان کے پاس اپنے  
رہن سہن کی بہتری کے لیے  
پیسے ہوتے ہیں

کیا اس کا بہترین حل یہ نہیں  
کہ تمام لوگوں کے پاس  
برابر زمین تقسیم کر دی

جائے پھر سب لوگ کے  
پاس تقریباً برابر پیسے ہوں  
گے اور ہر آدمی ، اوپر والی  
مثال کے مطابق ، اپنے لئے  
ایک ایک صوفہ خرید کر  
گھر جائے گا اور مارکیٹ  
میں بیٹھے ہوئے سو دکاندار  
اپنا اپنا صوفہ بیچ کر خوشی  
خوشی گھر چلے جائیں گے  
اور سب اپنے اپنے بچوں  
کی فیس ادا کر دیں گے اور

سب اساتذہ اپنے اپنے  
گوالوں کو دودھ کے پیسے  
دے دیں گے یوں ملکی  
معیشت کا پہیہ چل پڑے گا  
اور ایسا کام کرنے کے لیے  
یعنی زرعی اصلاحات کرنے  
کے لیے ہمارے ملک میں  
شروع میں وقتاً فوقتاً  
تحریکیں چلتی رہیں۔  
ان تحریکوں کو دبائے کے  
لیے حکومت جس کے کرتا

دھرتا جاگیردار اور زمیندار  
ہی تھے اپنی مشینری یعنی  
پولیس اور فوج کو استعمال  
میں لاتے تھے لیکن لوگوں  
کے ذہن کا کیا کیا جائے  
کتنے لوگوں کو پابند سلاسل  
کریں گے اور کتنے لوگوں  
کو ماریں گے اس کا ایک ہی  
حل تھا کہ لوگوں کی برین  
واشنگ کی جائے اور یہی

کرنے کے لیے مذہب اسلام  
کو استعمال میں لایا گیا  
چنانچہ یہاں ہمارے ملک  
میں جب زرعی اصلاحات کی  
تحریکیں چل رہی تھیں اور  
تحریکوں کی کامیابی کی  
صورت میں عام آدمی کے نہ  
صرف معاشی حالات بہتر ہو  
جاتے بلکہ لوگوں کی تعلیم  
و تربیت بھی بہتر ہو جاتی  
اور معاشرہ سائنسی بنیادوں

پر ترقی کرتے ہوئے تمام  
چیزیں خود مینو فیکچر کر  
رہا ہوتا ہمیں باہر کے  
ملکوں سے نہ تو مہنگی  
گاڑیاں ایمپورٹ کرنا پڑتیں  
اور نہ علاج معالجے کے  
لیے باہر سے ادویات  
منگوانا پڑتیں۔ ان علماء  
کرام نے قرآن و حدیث سے  
یہ ثابت کرنا شروع کر دیا کہ

غربت و امارت کا نظام عین  
منشاء الہی کے مطابق ہے  
اس کے لیے وہ ایک عام  
مثال بہت زیادہ دیا کرتے اور  
ہر مسجد میں اس کا جمعے  
کی تقریروں میں ذکر ہوتا کہ  
ایک مرتبہ موسیٰ علیہ  
السلام کوہ طور پر گئے اور  
کہا کہ اے اللہ میری قوم  
کہتی ہے کہ تو سب لوگوں  
کو امیر کر دے جس پر اللہ

نے کہا موسیٰ میں سب کو  
امیر کر دیتا ہوں مگر مجھے  
معلوم ہے کہ تمہارا نظام تباہ  
ہو جائے گا اور پھر تم  
میرے پاس آؤ گے کہ ہمیں  
ویسا ہی کر دے چنانچہ اللہ  
نے سب لوگوں کو امیر کر  
دیا اب یوں ہوا کہ سب لوگ  
تو امیر ہو گئے تھے تو  
گندگی کون اٹھاتا لہذا ہر  
طرف سے ایسی بدبو آنے

لگی کہ سانس لینا محال ہو  
گیا تب لوگ اکھڑے ہو کر  
موسیٰ کے پاس آئے اور کہا  
کہ اے موسیٰ ہمارا تو جینا  
محال ہو گیا ہے کوئی شخص  
گندگی نہیں اٹھاتا کوئی  
چھوٹے کام نہیں کرتا لہذا اللہ  
سے کہو کہ ہمیں دوبارہ  
ویسا ہی کر دے چنانچہ  
موسیٰ کوہ طور پر گئے اور  
اللہ سے ایسا ہی کہا تب اللہ

نے کہا اے موسیٰ میرے ہر  
کام میں کوئی حکمت ہوتی  
ہے میں نے تمہیں کہا تھا نا  
کہ تم لوگ یہ برداشت نہیں  
کر سکو گے چنانچہ اللہ نے  
سب کو دوبارہ ویسا ہی کر  
دیا

ہم تھوڑی دیر کے لیے اپنے  
ٹاپک کو روک کر اس واقعہ  
کا تجزیہ کر لیتے ہیں

موسیٰ کی قوم پچھلے چار  
سو سال سے مصر میں مقیم  
تھی اور ایک وقت ایسا آیا  
کہ اس قوم کو غلام بنا لیا گیا  
تاہم شداد نامی امیر آدمی  
بھی اسی قوم کا فرد تھا جس  
کے خزانوں کے قصے  
مشہور ہیں موسیٰ سے ایک  
آدمی ہلاک ہو گیا اور موسیٰ  
علیہ السلام بھاگ کر ایک  
دوسرے ملک چلے گئے

وہاں سے بارہ سال بعد  
واپس چلے تو راستے میں  
کوہ طور پر آگ جلتی نظر  
آئی اور اس وقت آپ کو کھانا  
پکانے کے لیے آگ درکار  
تھی وہاں ان کو پیغمبری  
ملی اور ارشاد ہوا کہ جاؤ  
اور مصر میں فرعون سے  
اپنی قوم کے لیے آزادی  
طلب کرو چنانچہ وہ مصر  
چلے گئے اور وہاں فرعون

سے جھگڑا اور مذاکرات  
چلے اور پھر ایک روز قوم  
کو لے کر نکلے اور اگلے  
چالیس سال تک قوم صحرا  
میں بھٹکتی رہی اور اسی  
صحرا نوردی کے دوران  
موسیٰ کا انتقال ہو گیا لہذا  
موسیٰ کی زندگی میں کبھی  
ایسا وقت نہیں آیا کہ ان کی  
قوم یکدم سے امیر ہو گئی  
تھی اور یار لوگ بات بات پر

موسیٰ کو کوہ طور پر اس  
طرح بھیج دیتے ہیں جیسے  
طور بھی ان کے ساتھ ساتھ  
چل رہا تھا اور کوئی چھوٹا  
سا ٹاور تھا

یہ افسانے علماء حضرات  
نے گھڑے اور جاگیرداری  
کی خدمت کی کہ لوگوں کو  
اپنی قسمت پر قانع کیا

علماء نے زمینداری اور  
جاگیرداری کے تحفظ کے

لیے شد و مد سے تحریک  
شروع کر دی جو لوگ  
زرعی اصلاحات کی  
تحریکیں چلا رہے تھے ان  
کو کافر قرار دینے لگے اور  
کہتے کہ اسلام میں یہ کہاں  
لکھا ہے اور قرآن میں کہاں  
لکھا ہے کہ جاگیرداروں  
سے زمینیں لے کر  
مزارعوں میں تقسیم کر دی  
جائیں بلکہ قرآن تو کہتا ہے

کہ اللہ جسے چاہتا ہے ہے  
حساب رزق دیتا ہے اور  
مزید یہ کہ قرآن کہتا ہے کہ  
اللہ جسے چاہتا ہے عزت  
دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے  
ذلت دیتا ہے اس جھگڑے کو  
نمٹانے کیلئے ہمارے ملک  
میں شریعت کورٹ قائم کی  
گئی اور کورٹ میں یہی دلائل  
دیے جاتے ان علماء سے  
کوئی پوچھنے والا نہیں تھا

کہ اللہ نے قرآن میں اگر وہ  
نہیں لکھا تو یہ کہاں لکھا  
ہے کہ مغل بادشاہ اور  
انگریز سرکار کچھ لوگوں  
کو جاگیریں عطا فرما دیں  
جنہوں نے ان کے مقاصد کو  
پورا کیا ہے اور باقی جنتا کو  
ان کے غلام اور مزارع بنا  
دیں اور اللہ کے نوازے  
ہوئے یہ جاگیردار اور  
زمیندار اور سردار جس کی

چاہے عزت سے کھیلیں  
جس کو چاہے قتل کرا دیں  
اللہ کی دی ہوئی دولت شراب  
و شباب پر خرچ کرتے رہیں  
اللہ یہ سب کچھ دیکھتے  
ہوئے بھی انہی لوگوں کو  
نسل در نسل نوازتا رہے ان  
کے ظلم بھی دیکھتا رہے  
اور پھر بھی نوازتا رہے یہ  
لوگ نماز روزے سے بھی  
دور رہیں اور پھر بھی اللہ

کی عنایات ان پر جاری رہیں  
ہمارے علماء پھر یہ کہہ کر  
لوگوں کو مطمئن کرتے کہ  
اگر اللہ نے ان کو زیادہ دولت  
دی ہے تو قیامت کے روز  
ان سے حساب کتاب بھی  
سخت ہو گا اور غریب سے  
تو بس نماز روزے کا ہی  
سوال ہو گا اور غریب سب  
سے پہلے جنت میں چلے  
جائیں گے اور جب غریب

سوال کرتے کہ وہ قیامت کب  
آئے گی تو انہیں کہا جاتا ہے  
کہ حضور نے فرمایا کہ  
قیامت اتنی ہی دور ہے جتنا  
میری ان دو انگلیوں کے  
درمیان فاصلہ ہے ان  
غریبوں سے سائنس کی  
تعلیم کو اسی لئے دور رکھا  
جاتا ہے کہ سائنس بتا دے  
گی کہ زمین کو قائم ہوئے  
تیرہ ارب سال ہو گئے اور

ابھی تک قیامت نہیں آئی اور  
شاید اگلے کئی اور عرب سال  
تک بھی نہیں آئے گی مگر  
پچھلے دو ہزار سال سے ان  
جاگیرداروں اور زمینداروں  
اور سرداروں کو الہامی  
کتابوں نے عزت ہی دی ہے  
اور بے حساب رزق ہی دیا  
ہے اور غریبوں اور  
مزارعوں کو غربت اور ذلت  
ہی دی ہے

چنانچہ اسی طرح کے دلائل  
شریعت کورٹ میں پیش  
ہوتے رہے مزارعوں کی  
وکالت کون کرتا وہ لوگ تو  
کافر قرار دیئے گئے لوگ  
کفر کے معاملے میں بہت  
حساس ہوتے ہیں چنانچہ  
کچھ کافر جان بچا کر یورپ  
چلے گئے باقی جو بچے  
جیلوں میں ٹھونسے گئے  
اور کچھ توبہ تائب ہونے

کچھ موت سے ہم کنار ہوئے  
یوں اس ملک میں

جاگیرداری اور زمینداری  
اور سرداری نظام کو اسلام  
کی خلعت پہنائی گئی علماء  
کرام کو جاگیرداروں نے جی  
بھر کر نوازا اور وہ مالو مال  
بھی ہوئے اور عزت دار بھی

## مذہب اور غربت

اوپر کے باب میں ہم نے  
غربت کی وجوہات کی مد  
میں جاگیرداری اور  
زمینداری نظام کا جائزہ لیا  
ہے کیونکہ ہمارے ملک میں  
70 فیصد لوگ زراعت سے  
وابستہ ہیں

اب اس ضمن میں اپنے  
مذہب کا جائزہ لیتے ہیں کیا  
ہمارا مذہب ہی ہماری غربت  
کا ذمہ دار ہے ہمیں جذباتی  
ہوئے بغیر ایک مرتبہ اپنے  
مذہب کا جائزہ لینے میں کیا  
خرج ہے کہیں ہمارا مذہب  
انہی جاگیرداروں زمینداروں  
سرمایہ داروں اور سرداروں  
کا ترتیب دیا ہوا تو نہیں  
جبکہ ہم دیکھ بھی چکے

ہیں کہ جب جاگیرداری اور  
زمینداری کو خطرہ لاحق ہوا  
اور اس نظام کے خلاف  
ہمارے ملک میں تحریکیں  
چلیں تو اس نظام کا تحفظ  
مذہب کے ذریعے ہی کیا گیا  
اور یہ سب کچھ تاریخ کا  
حصہ ہے اور ساری روداد  
کتابوں میں مل جاتی ہے  
۔اسلام کا غربت سے کیا  
تعلق ہے اس ضمن میں ہم

اسلام کے حدود لاز کا  
مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ  
حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ  
غریبوں کے لئے عبرت ناک  
سزائیں ہیں اور امیر لوگ ان  
سزاؤں سے صاف بچ نکلتے  
ہیں اگر ایسا ہی ہے تو ہم یہ  
سوچنے میں حق بجانب ہیں  
کہ مذہب اسلام امیروں اور  
سرداروں کا ترتیب دیا ہوا  
مذہب ہے

چنانچہ اگر ہم یہ ثابت کر دیں  
کہ مذہب اسلام میں غریب  
مجرم کے لیے عبرتناک  
سزائیں ہیں اور امیر لوگوں  
کے لئے ان سزاؤں سے بچنے  
کے لیے خوب عنایات ہیں اور  
غریب کے لیے اسی دنیا میں  
موقع پر سزا ہے اور امیر کے  
لیے آخرت میں سزا ہے اور  
آخرت کس نے دیکھی تب ہمیں  
باور کر لینا چاہیے کہ حقیقت  
وہ نہیں جو نظر آتی ہے

2/1

# چوری کی سزا

اسلام میں چوری کی سزا کو  
بہت تفصیل سے بیان کیا گیا  
ہے، چوری ہر مذہب اور ہر  
معاشرے میں ہی بری نظر  
سے دیکھی جاتی رہی ہے  
اور دیکھی جاتی ہے پھر اگر  
اسلام نے بھی اس کو برا

جانا ہے تو اس میں اسلام  
کی خوبی کیا ہے ہاں جیسی  
سزا اسلام میں ہے ویسی  
کسی معاشرے اور مذہب میں  
نہیں ہے یعنی چور کا دایاں  
ہاتھ کاٹ دینا اور اگر پھر  
چوری کرے تو بایاں پاؤں  
کاٹ دینا اور اگر پھر چوری  
کرے تو بایاں ہاتھ کاٹ دینا  
اور اگر پھر چوری کرے تو  
عمر قید دینا جب اتنی سخت

سزا ہے تو چوری بھی بہت  
بڑی ہو گی نہیں ایسا نہیں  
ہے چوری شدہ مال کی  
مالیت پر بھی تفصیل سے  
بیان کیا گیا ہے کہ چوری  
کیے ہوئے مال کی قیمت تین  
درہم یا ایک دینار کا چوتھا  
حصہ ہو تو اتنی مالیت پر حد  
نافذ ہو جاتی ہے یعنی بہت  
ہی گھٹیا چور ہے اتنی سی  
مالیت پھر چوری کی تعریف

بھی کی گئی ہے کہ چوری  
کس کو کہتے ہیں اور جس  
جگہ سے کوئی چیز چرائی  
گئی ہے اس کو خضر  
کہتے ہیں خود آنحضرت کے  
زمانے میں ایک عورت نے  
کسی کی چادر چوری کر لی  
تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے  
کا حکم دیا اور کہا کہ اگر  
میری بیٹی بھی چوری کرتی  
تو میں اس کے لیے یہی

حکم دیتا اسی طرح ڈکیتی  
کی بھی سخت سزائیں ہیں  
اب ہم بڑی بڑی چوریوں کو  
دیکھ لیتے ہیں کہ ان کی  
سزا تو اس سے بھی سخت  
ہونی چاہئے

# رشوت کی سزا

چاہے چوری ہو یا رشوت  
،ڈکیتی ہو یا نو سر بازی یا  
کسی کی جائیداد پر قبضہ  
مقصد سب کا غیر قانونی  
طور پر دوسرے کا پیسہ  
ہتھیانا ہی ہے مقصد ایک ہی  
ہے یعنی ناجائز پیسہ تو سزا  
بھی ایک جیسی ہونی چاہیے

چور ایک چھوٹا موٹا انسان  
ہی ہے غیر تعلیم یافتہ اور  
غیر ہنر مند شاید کوئی کام  
بھی نہ کرتا ہو پہلی بات تو  
یہ ہے کہ اس کے غیر تعلیم  
یافتہ اور بے روزگار ہونے  
میں قصور وار کون ہے سب  
سے پہلے ریاست اور پھر  
اس کے والدین کیونکہ وہ  
اپنی مرضی سے تو پیدا نہیں  
ہوا وہ ریاستی قانون کے

مطابق اپنے والدین کی  
مرضی سے پیدا ہوا ہے اور  
اسے پیدا کرنے والا خدا ہے  
جس نے عالم بالا میں اس  
کی روح کو پیدا کیا اور پھر  
اس کی تقدیر میں لکھا کہ  
اس نے کس ملک میں کس  
گھر میں پیدا ہونا ہے اس  
کے پیدا ہوتے ہی اس سے  
پوچھے بغیر ریاست اور  
اسلامی شریعت کے مطابق

اس کے ختے کر دیے گئے  
جب سب کچھ اس کی مرضی  
کے بغیر کیا جا رہا ہے تو  
پھر اس کی تعلیم اور روزگار  
کا ذمہ دار کون ہے اب کسی  
یونیورسٹی کا پروفیسر کسی  
کارخانے کا مالک کوئی  
جاگیردار کوئی جج یا انجینئر  
ڈاکٹر یا وکیل رات کو اٹھ کر  
کسی کی دیوار پھلانگ کر  
بکری چوری کرنے تو نہیں

جائے گا یہ تو وہی ہے جس  
کے گھر میں بھوک اور  
جہالت ہے اور وہ معمولی  
چیزیں چوری کرتا ہے اور  
کبھی بڑا ہاتھ بھی مار لیتا  
ہے جبکہ اختیارات کی  
کرسی پر بیٹھا ہوا آفیسر  
اپنی کرسی کے مطابق  
رشوت لیتا ہے ہزاروں اور  
لاکھوں میں کروڑوں اور  
اربوں درہم میں یہ اس

چھوٹے چور سے مہان بڑا  
چور ہے مگر اس کی سزا  
ہاتھ کاٹنا نہیں ہے بلکہ قرآن  
نے کہا کہ رشوت لینے والا  
اور دینے والا دونوں جہنمی  
ہیں یعنی دنیا میں ان کی  
کوئی سزا قرآن نے نہیں  
بتائی کیوں کیا اس لئے کہ  
سرداروں کو معلوم تھا کہ  
اختیارات کی کرسیوں پر ان  
ہی کے بچوں نے بیٹھنا ہے

جنتا کو مطمئن کرنے کے  
لیے ان کی بھی تو کوئی سزا  
ہونی چاہیے لہذا یہ  
خوشخبری سنا دی گئی کہ  
وہ جہنم میں جلیں گے اور  
چور کے ہاتھ اسی دنیا میں  
کاٹ دیئے گئے تو کیا چور  
روز قیامت سزا نہیں پائے گا  
نہیں نہیں قیامت کے دن بھی  
اس کی سزا رکھی گئی ہے  
کہ قیامت کے روز اس کا کٹا

ہوا ہاتھ اس کے گلے میں  
لٹکا ہو گا اور وہ جہنم میں  
جائے گا

کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا  
کہ امیر لوگوں نے سرداروں  
نے اپنے بچوں کو دنیا میں  
سزا سے بچا لیا ہے اب آگے  
دیکھتے ہیں

# سود کی سزا

ہم اس سوال کا جائزہ لے رہے ہیں کہ کیا ہمارا مذہب ہی ہماری غربت کا ذمہ دار ہے اگر ایسا ہے تو مذہبی قوانین سرداروں اور حکمرانوں اور امیر طبقے کے بنائے ہوئے ہونے

چاہئیں جنہوں نے معاشرے  
کا استحصال کر کے ذرائع  
آمدن پر قبضہ کر لیا اور  
تسلی کے لیے غریب طبقے  
کے لیے جنت اور جہنم کے  
دروازے کھول دیئے ابھی  
تک ہم نے چوری اور  
رشوت کے ضمن میں دیکھا  
کہ غریب آدمی اپنے ہاتھ  
کٹوا بیٹھا اور امیر آدمی کو  
اربوں سال بعد آنے والی

قیامت کے دن سزا دی جائے  
گی اب ہم ایک اور اسلامی  
سزا جو سود سے متعلق ہے  
اس کا جائزہ لیتے ہیں اور  
یہ بھی دیکھتے ہیں کہ  
چوری کر کے زیادہ پیسہ  
حاصل کیا جاتا ہے یا سود  
کے کاروبار سے زیادہ پیسہ  
حاصل ہوتا ہے جبکہ دونوں  
کاموں کا یعنی چوری اور  
سود کا مقصد ایک ہی ہے

اور وہ بے ناجائز طور پر  
دوسرے کی محنت سے  
کمائے ہوئے پیسوں کا  
حاصل کرنا

سود کو اسلام میں بہت  
ناپسند کیا گیا ہے ہر عام  
مسلمان سود سے نفرت کرتا  
ہے بالکل اسی طرح جس  
طرح مسلمان سور کے  
گوشت کھانے سے نفرت  
کرتے ہیں سود کا کاروبار

کرنے والے کو نفرت سے  
سودی کہتے ہیں اور لوگ  
اس سے میل جول رکھنا  
پسند نہیں کرتے۔ سود کے  
معاملے کو میں آگے چل کر  
ایک دوسرے نکتہ نظر سے  
دیکھوں گا فل حال اس کی  
سزا کا جائزہ لیتے ہوئے  
میں یہ دیکھنے کی کوشش  
کر رہا ہوں کہ کیا یہاں بھی

امیر طبقے نے اپنے آپ  
کیلئے

سزا سے نجات رکھی ہے کہ  
نہیں کیونکہ سود کا کاروبار  
کوئی غریب آدمی تو کر نہیں  
سکتا یہ امیر طبقے کا ہی  
کاروبار ہے اور امیر طبقے  
کی سزا یہ بتائی گئی ہے کہ  
سود کا کاروبار کرنے والے  
کی اللہ اور رسول سے جنگ  
ہے نہ کبھی اللہ نے جنگ

کرنے آنا ہے اور نہ رسول  
اللہ نے ہمیشہ دنیا میں رہنا  
ہے مدعا صاف

یعنی عملی طور پر سود کی  
کوئی سزا نہیں اللہ جانے  
رسول جانے اور سودی  
جانے

سودی کھلم کھلا معاشرے  
کے اربوں درہم لوٹ رہے

ہیں ہمارے ملک میں بھی  
اور سعودی عرب میں بھی  
جبکہ تین درہم چرانے والے  
کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں

# غریب کے لیے زنا کی عبرت ناک سزا

اسلام میں زنا کی سزا  
عبرت ناک ہے اور ہم نے  
دیکھنا ہے کہ کیا یہاں بھی  
غریب اور امیر کی سزا میں  
فرق ہے کہ نہیں بظاہر تو  
کوئی فرق نہیں ہے لیکن  
جب ہم حالات واقعات کا

جائزہ لیں گے تو ہمیں نظر  
آئے گا کہ امیر کے لیے  
کوئی سزا نہیں ہے  
علماء اسلام کے مطابق قرآن  
میں شادی شدہ مرد و عورت  
، اگر زنا کے مرتکب پائے  
جاتے ہیں تو، ان کے لیے  
سنگساری کی سزا ہے جبکہ  
غیر شادی شدہ کے لیے سو  
کوڑے ہیں اگرچہ قرآن میں  
نہ تو شادی شدہ اور غیر

شادی شدہ کا ذکر ہے اور نہ  
ہی سنگساری کی سزا کا ذکر  
ہے البتہ سو کورٹوں کی سزا  
کا ذکر موجود ہے پھر  
سنگساری کی سزا کہاں سے  
آئی علماء لکھتے ہیں  
چونکہ یہ سزا بائبل میں  
موجود ہے اس لیے اسلام  
میں بھی ہو گی اگر آپ ان  
سے پوچھیں کہ کیا اسلام  
نے آپ کو بائبل کی شریعت

نافذ کرنے کا حکم دیا ہے یا  
آپ تو کہتے ہیں کہ بائبل میں  
تحریف ہو چکی ہے اور آپ  
کو تو یہود و نصاریٰ کی تقلید  
کرنے سے منع کیا گیا ہے  
کیا آپ بائبل کے مطابق ہفتہ  
کے دن کو مقدس جانتے  
ہوئے ہفتہ کے دن سب کام  
چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں  
تو جواب نفی میں ہی آئے گا  
کیا آپ بائبل کے مطابق

حضرت اسماعیل کی قربانی  
کی بجائے حضرت اسحاق  
کی قربانی تسلیم کرتے ہیں  
نہیں کرتے نا تو پھر  
سنگساری کو کیوں تسلیم  
کرتے ہیں شاید اس لئے کہ  
اس کی آڑ میں آپ کے  
مکروہ عزائم چھپے ہیں اور  
وہ بے غریبوں کا استحصال  
بائبل سے نکلیں تو ان کا  
کہنا ہے کہ شادی شدہ افراد

کی سزا کے بارے میں اور  
بالغ آدمی کو دودھ پلانے  
کے بارے میں قرآن مجید کی  
آیات نازل ہوئیں تھیں جنہیں  
بکری کہا گئی اس لئے قرآن  
میں وہ آیات شامل نہیں ہو  
سکیں جبکہ حضرت عائشہ  
کی گواہی موجود ہے اس  
لیے سنگساری کی سزا نافذ  
ہو گی تو حضور قرآن میں  
تو اللہ کا دعویٰ ہے کہ ہم

نے اس کتاب کو نازل کیا ہے  
اور ہم ہی اس کی حفاظت  
کرنے والے ہیں ، پھر تو یہ  
دعویٰ فیل ہو گیا اور اللہ کو  
آپ نے کس قدر بے بس بنا  
دیا جس کے پاس طاقتور  
فرشتوں کی فوج ہے جو  
پلک جھپکنے سے پہلے  
عرشِ الہی سے زمین تک  
مار کر سکتے ہیں اور  
بکری کا منہ پھیر سکتے

ہیں دونوں میں سے کون  
سی بات درست ہے معلوم یہ  
ہوتا ہے کہ آپ ہی جھوٹے  
ہیں خیر ہمارا موضوع زنا  
کی سزا کے ضمن میں امیر  
اور غریب کا فرق دیکھنا ہے

اسلام میں ہر آدمی کو جو  
اخراجات برداشت کر سکتا  
ہے چار شادیوں کی اجازت  
ہے اس کے علاوہ وہ  
لونڈیاں بھی رکھ سکتا ہے

جن کی تعداد کی کوئی حد  
نہیں ہے یعنی یہ ایک امیر  
آدمی ہی افورڈ کر سکتا ہے  
زنا کی سزا کیلئے چار  
گواہوں کا ہونا ضروری ہے  
جنہوں نے یہ فعل سر انجام  
ہوتے ہوئے دیکھا ہو۔ اب  
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چار  
گواہوں کی موجودگی میں  
دانسٹہ تو کوئی یہ فعل سر  
انجام نہیں دے سکتا اگر اس

کے پاس اپنی چار دیواری  
موجود ہے تو چار گواہ کہاں  
سے آئیں گے چار گواہ تو  
اسی صورت میں آ سکتے  
ہیں جب کسی کو کھیتوں  
میں یا کسی ٹیلے کی آڑ میں  
موقع ملا ہو اور دونوں کو  
معلوم نہ ہو سکا ہو کہ کوئی  
انہیں دیکھ رہا ہے اب ظاہر  
ہے کہ یہ دونوں فریق ایسے  
ہیں جن کے پاس چار

دیواری کی سہولت بھی  
موجود نہیں یعنی کہ غریب  
لوگ ہیں جبکہ امیر طبقے  
کے پاس اپنے کئی گھر بھی  
موجود ہیں انہیں کوئی خطرہ  
نہیں جب تک کہ خود زبان  
سے اعتراف نہ کر لیں لہذا  
ہم سوچ سکتے ہیں کہ اس  
سخت ترین سزا کا مطلوبہ  
طبقہ غریب ہی ہیں

2/5

# قتل کی سزا

قتل کی سزا ہر قانون میں  
قتل ہی ہوتی چلی آئی ہے  
سو اسلام میں بھی ہے ہم  
اس بات کا جائزہ لے رہے  
ہیں کہ کیا اسلام نے امیروں  
اور سرداروں کے لیے در  
پردہ سزاؤں سے بچ نکلنے

کی سہولت رکھی ہے تو اس  
ضمن میں اب ہم قتل کی سزا  
کا جائزہ لیتے ہیں۔ اسلامی  
شریعت کے مطابق قتل کا  
بدلہ سزائے موت ہی ہے اور  
یہ کہ کان کے بدلے کان ناک  
کے بدلے ناک وغیرہ بھی  
ہاں اگر کوئی مقتول کے  
ورثاء کو آمادہ کر لے اور  
وہ جزیہ لے کر معاف کر  
دیں تو سزا ساکت ہو جائے

گی اور امیر طبقہ یہی کرتا  
ہے مثلاً چند برس قبل  
ہمارے ملک میں ایک  
شخص نے میڈیکل کالج کی  
طالبہ کو اس لئے گولی مار  
کر جاں بحق کر دیا کہ وہ  
اسے پسند آ گئی تھی اور اس  
نے شادی کے پیغام کو  
مسترد کر دیا تھا کہ ابھی اس  
کی تعلیم ادھوری تھی قاتل  
پکڑا گیا اور عدالت نے اسے

سزائے موت سنا دی پھر  
ایک پنچایت ہوئی جس میں  
وڈیروں نے بچی کے والد کو  
بلایا اور کہا کہ خون بہا لے  
لے اور قاتل کو معاف کر  
دے ورنہ دوسرے بچے بھی  
مار دیے جائیں گے چنانچہ  
بچی کے باپ نے مجبوراً  
قاتل کو معاف بھی کر دیا اور  
یہ کہہ کر پیسے لینے سے  
انکار کر دیا کہ وہ اپنی بچی

کی قیمت وصول نہیں کر  
سکتا تو یہ ہی اسلام کا  
سزاؤں کا پس پردہ پہلو جس  
کی وجہ سے طبقہ امراء اور  
سرمایہ داروں اور  
جاگیرداروں کو کبھی سزا  
نہیں ہوتی چنانچہ ملک میں  
آئے روز قتل و غارتگری  
کے واقعات میں اضافہ ہوا  
جاتا ہے کیونکہ عام لوگوں  
کو بھی توقع ہوتی ہے کہ

وارثوں سے معافی مانگ  
لیں گے یا کسی نا کسی طور  
خون بہا دے دیں گے  
( چنانچہ اگر آپ اسلامی  
سزاؤں میں سے خون بہا یا  
معافی، حکومت کی طرف  
سے یا وارثوں کی طرف  
سے، کا قانون ختم کر دیں  
تو کس کی ہمت ہو گی کہ  
کسی کی جان لے کسی کو  
مجروح کرے )

تو یہ صورت حال ہے اور ہم  
دیکھ چکے ہیں کہ اسلام  
کے تمام قوانین پس پردہ  
طبقہ امراء کو محفوظ راستہ  
دے رہے ہیں تو پھر ہم یہ  
سوچنے میں حق بجانب  
کیوں نہیں کہ اسلام ایک  
ایسا مذہب ہے جسے  
سرداروں جاگیرداروں اور  
امراء کی عین منشاء  
کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے

# جاگیرداری زمینداری اور مذہب

ابھی تک ہم نے معاشرے  
میں غربت کی وجوہات پر  
معلومات حاصل کرتے ہوئے

دیکھا ہے کہ یہاں غربت کی  
بڑی وجہ جاگیرداری و  
زمینداری نظام ہے اور اس  
نظام کا تحفظ مذہب نے خوب  
خوب کیا ہے۔ معلوم نہیں کہ  
مذہب نے جاگیرداری کو جنم  
دیا یا جاگیرداری نے مذہب کو  
تاہم دونوں ایک دوسرے کے  
محافظ ہیں۔

اب ہم معاشرے میں غربت کی  
مزید وجوہات معلوم کرتے  
ہیں

## سود کی ممانعت

ہم اپنے معاشرے میں غربت کی وجوہات کا جائزہ لے رہے ہیں غربت کی وجوہات میں سے ایک وجہ سود کی مذہب اسلام میں ممانعت ہے اور اس کا کوئی متبادل نہ ہونا بھی ہے۔ سود سے منع کر کے ایک تو عام لوگوں

کو بڑے سرمایہ داروں نے  
نہ صرف کاروبار سے باہر  
کر دیا بلکہ معاشرے میں  
عام یا چھوٹے کاروبار کو  
کاروبار کے اصول و ضوابط  
سے محروم کر کے معاشرے  
میں انتشار پھیلایا۔ اس بات  
کو ذرا تفصیل سے سمجھنے  
کی ضرورت ہے

سود سے ہمارے ملک میں  
کیسے بہتری آ سکتی ہے  
ہمیں اس بات کو سمجھنے  
کی ضرورت ہے  
فرض کر لیں آپ ایک  
کاروبار کرتے ہیں کسی  
پارٹی نے آپ سے دس لاکھ  
کا مال لے لیا آپ کو جتنی  
جلدی پیسہ آئے گا اس کے  
جلد آنے میں آپ کا پرافٹ  
ہے اور دیر سے آنے کی

صورت میں ملازمین کی  
تخوابوں کی مد میں آپ کا  
پرافٹ اپنی جیب سے جاتا  
ہے پارٹی نے آپ کا مال بیچ  
بھی دیا مگر وہ آپ کو  
پیسے یا تو دے نہیں رہے یا  
بہت تھوڑے تھوڑے کر کے  
دیتے ہیں اور بیچ میں ان کی  
نیت خراب ہو جاتی ہے اور  
وہ آپ کے پیسے روک لیتے  
ہیں آپ متعدد بار پارٹی کے

پاس جاتے ہیں اور پھر بات  
مقدمہ بازی تک چلی جاتی  
ہے اور سال ہا سال کیس  
چلتا رہتا ہے ایک تو آپ کے  
پیسے ڈی ویلیو ہو گئے  
دوسرا مزدور اور کارخانہ کا  
خرچہ جو اس مد میں آیا تھا  
وہ بھی آپ کو پڑ گیا اور پھر  
کیس پر اس سے بھی زیادہ  
خرچ ہو گئے یہاں دس بیس  
سال کیس چلنا تو معمولی

بات ہے لیجیے آپ کے  
پیسے صفر ہو گئے اگر آپ  
چھوٹے کارخانہ دار ہیں تو  
لوگوں کا کاروبار اسی طرح  
ڈوب جاتا ہے بات لڑائی  
جھگڑے تک پہنچی اس میں  
لوگ زخمی یا ہلاک بھی ہو  
جاتے ہیں یا پھر برس ہا  
برس دیوانی کیس چلتے  
رہتے ہیں اور اس طرح آپ  
ہی نہیں پورے معاشرے میں

غربت پھیلتی ہے کیونکہ  
معیشت کا جو پہیہ آپ کی  
وجہ سے چلا تھا وہ رک گیا  
تو کیوں نہ پھر ایک ایسا  
قانون موجود ہو جو آپ کے  
پیسے کو نہ صرف تحفظ  
دیتا ہو بلکہ مال لینے والے  
پر ذمہ داری بھی ڈال دے کہ  
وہ آپ کو دئیے گئے وقت پر  
پیسے ریٹرن کر دے بلکہ  
اس پر یہ خوف بھی ہو کہ

مقررہ وقت پر ادائیگی نہ  
کرنے کی صورت میں اس پر  
مقرر حد کے مطابق سود  
لاگو ہو جائے گا اور اگر  
عدالت میں کیس چلا گیا تو  
کیس جتنا طویل ہوتا جائے  
گا اس پر اتنا ہی سود قانون  
کے مطابق خود بخود لاگو  
ہوتا رہے گا جو اسے عدالت  
کے حکم کے مطابق بھرنا

ہو گا اب کیا صورت حال ہو  
گی

پہلی صورت میں جب سود کا  
قانون نہیں ہے تو آپ کی  
پارٹی کیس کو طوالت دیتی  
رہے گی کیونکہ اس پر  
کوئی بوجھ ہی نہیں بیس  
برس بعد کیس ہار بھی گئے  
تو کیا

لیکن دوسری صورت میں  
جب سود کا قانون لاگو ہے

تو آپ کی پارٹی مقررہ وقت  
ختم ہونے سے پہلے پیسے  
لے کر خود آپ کے پاس  
پہنچ جائے گی

اور اگر کیس عدالت میں چلا  
بھی جاتا ہے تو پھر کیس  
جوں جوں طوالت پکڑے گا  
تو فکر آپ کو نہیں بلکہ آپ  
کی پارٹی کو ہو گی کہ اس  
پر سود بڑھتا جا رہا ہے لہذا  
وہ تو آپ سے کہے گا کہ

نہیں کل نہیں آج ہی اپنے  
پیسے پکڑو۔ آپ کو آپ کے  
پیسے وقت پر واپس آگئے  
آپ اس سے مزید کاروبار  
کریں گے اور معاشرتی  
خوشحالی میں اپنا رول ادا  
کریں گے

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ  
آج عدالتیں لین دین کے  
جھگڑوں کی وجہ سے  
بھری پڑی ہیں ان کی وجہ

سے لوگ زخمی ہوئے اور  
قتل بھی ہوئے اور پھر  
عدالتی کاروائیاں اور پولیس  
کے معاملے غرض معاشرے  
میں سود کا قانون نہ ہونے  
کی وجہ سے ایک جنگ سی  
لگی ہوئی ہے

اب ہم اسی مثال کو آپ کی  
پارٹی کے پیسوں کے تحفظ  
کی نظر سے دیکھتے ہیں

آپ کارخانہ دار ہیں اور آپ  
نے اس پارٹی کو دس لاکھ  
کا مال بیچا ہے جس نے  
مقررہ مدت میں آپ کے  
پیسے ادا کر دیئے آپ نے  
مال کی گارنٹی دو سال کی  
دی تھی پارٹی کے پاس آپ  
کا مال خراب ہو گیا ایک سال  
کے بعد اب آپ کی پارٹی آپ  
سے پیسے واپس طلب کرتی  
ہے اور آپ دینا نہیں چاہتے

تو آپ کی پارٹی عدالت چلی  
جاتی ہے اب آپ سمجھتے  
ہیں کہ آپ کا مال واقعی  
خراب ہو چکا ہے آپ کی  
اپنی خراب کوالٹی کی وجہ  
سے تو اب ڈرنے کی باری  
آپ کی ہے کہ جوں جوں  
کیس طویل ہو گا آپ کو سود  
سمیت پیسے دینے پڑیں گے  
لہذا آپ سود سے بچنے کے  
لیے پارٹی کے پاس بھاگے

جائیں گے اس کے پیسے  
واپس کریں گے اور آئندہ  
کے لیے خراب مال بنانے  
سے توبہ بھی کریں گے  
تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ  
سود کا قانون ہر دو فریق  
کے پیسوں کو تحفظ دے کر  
نا صرف کاروباری معاملات  
کو بہتر بناتا ہے بلکہ چیزوں  
کی کوالٹی کو بھی بہتر کرتا  
ہے اور آپس کے لڑائی

جھگڑوں کو بھی بچاتا ہے  
عدالتی کارروائی اور پولیس  
کارروائی سے بھی بچاتا ہے  
نہ صرف کاروبار کو تحفظ  
دیتا ہے بلکہ معاشرے میں  
امن و امان بھی قائم کرتا ہے  
اور خوشحالی بھی لاتا ہے

میرے کہنے کا مطلب ہر گز  
یہ نہیں کہ آپ سود کو بطور

کاروبار کے اختیار کریں  
بلکہ میرے کہنے کا مطلب  
ہے کہ کاروبار کے تحفظ  
کے لیے حکومت سود سے  
کاروبار کو تحفظ فراہم کرے  
فرض کریں آپ نے کسی  
دوست یا عزیز کو کچھ  
قرض دیا ہے اور اس نے  
بدلے میں آپ کو چیک سے  
گارنٹی دی ہے اور وہ چیک  
کیش بھی نہیں ہوتا اور آپ

کا دوست آپ کو قرض واپس  
بھی نہیں کر رہا بڑھتی ہوئی  
مہنگائی کی وجہ سے آپ کا  
پیسہ ڈی ویلیو بھی ہو رہا  
ہے اب نوبت جھگڑے اور  
عدالتی کارروائی پر پہنچ  
جائے گی اور آپ کا مزید  
پیسہ اور وقت ضائع ہونے  
لگے گا کئی سالوں کے بعد  
اگر آپ کیس جیت بھی جاتے  
ہیں تو آپ کا پیسہ تو ڈی

وہلیو ہو چکا اخراجات الگ  
ہونے اور آپ کو پریشانیاں  
الگ لاحق ہوئیں لیکن اگر  
حکومت کی جانب سے آپ  
کے پیسے کو سود کی مدد  
حاصل ہو تو اس سود سے  
بچنے کے لیے آپ کا دوست  
دوڑتا ہوا آپ کے پاس آئے  
گا

میں پھر کہتا ہوں کہ میرا یہ  
ہر گز مطلب نہیں کہ آپ سود

کا کاروبار شروع کریں میرا  
مطلب یہ ہے جس نے آپ  
سے پیسے لئے ہیں اس کے  
سر پر سود کی تلوار لٹکتی  
ہو تو وہ آپ کے پیسے کبھی  
نہیں روکے گا بصورت دیگر  
تو سود کا کاروبار کرنے  
والا وہ آدمی ہے جس کے  
پاس یا تو کوئی ہنر نہیں یا  
وہ نیک دل آدمی ہے جس  
کے پاس ایکسٹرا امانٹ

ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس  
سے کسی کی مدد بھی ہو  
جائے اور اس کے پیسوں  
کو تحفظ بھی حاصل ہو  
سود کا متبادل لوگوں نے یہ  
سوچا کہ انہوں نے زمین  
خریدی اس پر مکان بنا کر  
کرائے پر چڑھا دیا اس سے  
اسے ہر ماہ پیسے بھی آتے  
رہے اور مکان بھی محفوظ  
رہا اور اس کی قیمت بھی

بڑھتی رہی اب ہے تو یہ بھی  
سود کی ایک قسم جس میں  
آپ نے اپنا مکان دوسرے  
کو ادھار دیا ہے، مکان بھی  
تو سرمایہ کی ہی قسم ہے  
، اس پر آپ ہر ماہ جو کرایہ  
لے رہے ہیں وہ ہے تو سود  
ہی چاہے آپ نے اس کا نام  
کرایہ رکھ دیا ہے لیکن یہ  
جائز ہے اور وہ ناجائز ہے

المختصر میرا نہ تو یہ مطلب  
ہے کہ آپ سود پر لوگوں کو  
قرضہ دینا شروع کر دیں اور  
نہ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ  
سود پر قرضے لیکر کاروبار  
شروع کر دیں بلکہ مطلب یہ  
ہے کہ آپ جو بھی کاروبار یا  
لین دین کر رہے ہیں اس  
سرمایہ کو جب تک سود کا  
یا منافع کا یا ہرجانہ کا یا  
کرایہ کا تحفظ نہیں ہو گا تب

تک نہ تو ہماری قوم میں  
ایمانداری آئے گی اور نہ ہی  
غربت دور ہو گی کیونکہ لین  
دین میں بد دیانتی سے ایک  
گھر ہی متاثر نہیں ہوتا بلکہ  
پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے  
اور یہ ہم دیکھ ہی رہے ہیں  
اب ہم اگر اوپر کے لیول پر  
نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے  
ہیں کہ پوری دنیا میں کوئی  
بھی اسلامی ملک ایسا نہیں

ہے جس کے بینک بغیر سود  
کے چل رہے ہوں یعنی  
اسلامی حکومتیں اور بڑے  
سرمایہ دار خود تو سود پر  
کاروبار چلا رہے ہیں لیکن  
غریب طبقے کو مذہبی  
تاویلات کے ذریعے کاروبار  
اور لین دین کے محفوظ  
طریقہ کار سے ڈرا کر عملی  
طور پر انہیں نہ صرف  
کاروبار سے دور کر رکھا

ہے بلکہ آپسی انتشار اور  
جھگڑوں میں الجھا رکھا ہے  
تاکہ یہ لوگ کبھی اپنے پاؤں  
پر کھڑے نہ ہو سکیں اور  
سرمایہ داروں کو نچلے کام  
کرنے کے لیے مزدور میسر  
آتے رہیں اور یہی شاید خدا  
کا منشا تھا کہ اے موسیٰ اگر  
سب لوگ امیر ہو گئے تو  
گندگی کون صاف کرے گا

تو پھر کیا ہم یہ سوچنے  
میں حق بجانب نہیں کہ  
سرمایہ داروں اور سرداروں  
نے اپنی منشا کو خدا کی  
منشا بتا کر عوام کو دونوں  
ہاتھوں سے لوٹا ہے ۔

# حجاب اور غربت

ہمارے معاشرے میں غربت کی متعدد وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ عورتوں کو بیکار کر دینا ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے علماء نے وہ شور مچایا وہ لٹریچر لکھا کہ یوں لگتا ہے

کہ عورت ہونا بذاتِ خود  
ایک گناہ ہے مذہب نے  
عورت کو حجاب پہنا کر گھر  
سے باہر نہ نکلنے دے کر  
جواب سے دور رکھ کر  
معاشرے میں کس قدر بہتری  
پیدا کی ہے اس سوال کا  
جواب سوائے ادھر ادھر کی  
باتوں کے کیا ہو سکتا ہے  
لیکن ان کے اس فلسفہ کی  
وجہ سے معاشرے میں کس

قدر غربت آئی وہ سب  
ہمارے سامنے ہے۔ آپ کہیں  
گئے کہ خلفاء کے دور میں  
تو بہت خوشحالی تھی اور  
عورتیں با پردہ تھیں تو  
سادہ سا جواب ہے کہ وہ  
خوشحالی جنگوں کی بدولت  
تھی نہ کہ صنعتوں کی وجہ  
سے اور نہ زراعت کی  
بدولت

عورتوں کو بیکار کر کے  
گھروں میں بیٹھا دینے سے  
کیا ہوتا ہے غربت کیسے  
آتی ہے اور اُن سرداروں اور  
سرمایہ داروں کی سوچ اِس  
سلسلے میں کیا رہی ہو گی

مردوں سے کہا گیا کہ بچے  
زیادہ سے زیادہ پیدا کریں  
تاکہ حضور کی امت روز  
قیامت سب سے بڑی ہو

مساجد میں یہ عام پرچار کیا  
جاتا

عورتوں کی بے پردگی سخت  
گناہ ہے

عورتیں بلا ضرورت گھر  
سے نہ نکلیں

اب ہوا یوں کہ شادی کے بعد  
بعد مرد نے روزگار کی ذمہ  
داری اٹھائی جوں جوں بچے  
زیادہ ہوئے اخراجات بڑھنے  
لگے روزگار کی فکر میں

مزدور تھوڑی سے تھوڑی  
اجرت پر بھی کام کرنے پر  
مجبور ہو گیا پہلے وہ اکیلا  
غریب تھا اب اس کے ساتھ  
بیوی اور پانچ سات بچے  
بھی غریب ہوئے اگر مرد و  
عورت دونوں کام کرتے تو  
خود بھی امیر ہوتے اور  
بچوں کے لیے ایک بہتر  
مستقبل پیدا کرتے چنانچہ  
معاشرے کی غربت میں کمی

آتی مگر سردار لوگ ایسا  
نہیں چاہتے تھے ان کو  
سستا انسان چاہیے تھا جو  
کم اجرت پر کام کرنے کے  
لیے تیار ہو جو جنگ کی  
پیکار پر دنیا کے جہنم سے  
نکل کر فوراً جہاد پر جانے  
کے لیے تیار ہو جائے تاکہ  
جنت میں اس کی غربت بھی  
دور ہو جائے گی اور وہ  
سارے خواب پورے کر

سکے گا انہیں وہ غریب چاہئے  
تھا جو مذہب کے لیے ہر وقت  
لڑنے مرنے کے لیے تیار رہتا  
ہے

اور وہ روزانہ صبح صبح  
مزدوری کے لیے گھر سے نکل  
پڑے عورت گھر پر رہے گی تو  
پیچھے سردار لوگ اس کی خیر  
خریت پوچھتے رہیں گے  
میں اکثر سوچتا ہوں مذہب بہت  
نفیس اور باریک بین لوگوں نے  
ترتیب دیا ہے

# مذہبی تہوار

ہمارے ملک کے عوام سارا  
 سال مذہبی تہواروں کی  
 گردش میں رہتے ہیں گردشِ  
 کا دائرہ چھوٹا کریں تو سال  
 کے کسی نہ کسی مہینے  
 میں مذہبی تہوار جاری رہتا  
 ہے دائرہ مزید چھوٹا کریں

تو ہفتہ میں ایک دن جمعہ کا  
تہوار منایا جاتا ہے اور  
دائرہ مزید چھوٹا کریں تو  
روزانہ پانچ وقت کی نماز  
بھی لوگوں کو مذہبی گردش  
میں رکھتی ہے جیسے  
عیدالاضحیٰ پر ایک طرف  
لاکھوں جانور ذبح کر دیئے  
جاتے ہیں اس سے غریبوں  
کا کیا فائدہ ہوتا ہے یہ الگ  
بحث ہے مگر حقیقت تو یہ

ہے کہ عید پر مہنگائی میں  
مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور  
لوگوں کی غربت بڑھتی جا  
رہی ہے حج کے نام پر  
ہمارے ملک کا اربوں روپیہ  
سعودی عرب کے خزانوں  
میں چلا جاتا ہے عید الفطر  
پر لوگ مہنگی چیزیں  
خریدنے پر مجبور ہو جاتے  
ہیں رمضان کے دوران عملی  
طور پر کام رکے رہتے ہیں

ہر عید پر کم و بیش دو ہفتے  
چھٹی میں گزر جاتے ہیں  
محرم کا پورا مہینہ لوگ  
ماتمی جلوس نکالتے رہتے  
ہیں ہر جمعہ کے دن لوگ  
اربوں روپے مساجد میں  
چندہ دیتے ہیں جو ملاؤں  
کے ذریعے بنکوں میں چلا  
جاتا ہے اور بینک اسے  
سود کے کاروبار میں لگا  
دیتے ہیں لوگ وضو کے نام

پر ٹنوں کے حساب سے  
پانی ضائع کر دیتے ہیں  
جب ایک قوم پورا سال  
آخرت میں جنت کے حصول  
کے لیے کوشاں رہتی ہے تو  
پھر زمینی حقائق پر اس کی  
نظر کہاں جاتی ہے طلباء  
یونیورسٹیوں میں علم  
روزگار کے حصول کے لیے  
حاصل کرتے ہیں نہ کہ  
تحقیقی نکتہ نظر کے لیے

یونیورسٹیوں میں سائنس  
کے پروفیسرز

## EVOLUTION THEORY

کا مذاق اڑاتے نظر آتے ہیں  
چنانچہ عالم یہ ہے ان مذہبی  
تہواروں پر ہونے والے بیجا  
اخراجات کی وجہ سے غریب  
مذید غریب ہوتا چلا جاتا ہے

# تفخر بیجا

ہماری قوم کو یہ زعم ہے کہ  
 خدا نے اسے دوسری اقوام  
 کی ہدایت کے لئے پیدا کیا  
 ہے اس لیے وہ دوسری  
 قوموں سے خود کو بالا تر  
 سمجھتی ہے اور ان سے  
 کچھ سیکھنا بھی نہیں چاہتی

اور ان کی ترقی پر کڑھتی  
بھی رہتی ہے ان سے قرضہ  
اور امداد بھی مانگتی ہے  
اور انہیں کافر بھی کہتی  
رہتی ہے ان کے ممالک کے  
ویزوں کے حصول کے لیے  
کوشاں بھی رہتی ہے اور  
وہاں کوئی پہنچ جائے تو  
انہیں مشرف با اسلام کرنے  
کی کوشش کرتا رہتا ہے

# دوسری قوموں سے نفرت

مسلمان کے دل و دماغ میں  
بچپن ہی سے ڈال دی جاتی  
ہے دوسری قوموں کے  
بہگوان یا خداؤں یا مذہبی  
رہنماؤں کے چونکہ مجسمہ  
جات بنے ہوئے جگہ جگہ

نظر آ جاتے ہیں اور ان  
مجسموں کی بے بسی کو  
ایکسپوز کرنا ، عملی طور پر  
، بہت آسان ہوتا ہے اور  
اپنے نظر نہ آنے والے خدا  
کا ذہن میں خوف پیدا کرنا  
بہت آسان ہوتا ہے چونکہ  
خوف کو پالنا لائق تحسین  
نہیں ہو سکتا اس لیے  
مسلمان اسی خوف کو محبت  
اور عشق کا نام دے کر اس

میں انجانی راحت محسوس  
کرنے لگتا ہے اور وہ اس  
حقیقت سے کبھی متفق نہیں  
ہوتا کہ اگر نظر آنے والے  
مجسمے نے اپنے عبادت  
گزار کو کبھی جواب نہیں دیا  
تو خود اس کے خدا نے بھی  
کبھی اس کو جواب نہیں دیا  
المختصر ہمارے ملک میں  
اقلیتوں کو عملی سیاست  
سے الگ کر دیا گیا جس

سے معیار زندگی میں  
مقابلے کی تمنا ختم ہو گئی  
ایک عیسائی ہمارے ملک  
میں صدر یا وزیراعظم نہیں  
بن سکتا چنانچہ آپ مسلمان  
صدر یا وزیراعظم کو کیسے  
یہ کہہ سکتے ہیں کہ پچھلی  
بار وزیراعظم عیسائی تھا تو  
اس نے تو کرپشن نہیں کی  
آپ مسلمان ہو کر کرپشن  
بھی کرتے ہیں اور خود کو

سچے دین کا پیروکار بھی  
کہتے ہیں

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمارے  
دماغ کوئی تخلیقی کام  
سوچنے کی بجائے دوسری  
قوموں میں کفر الحاد کو  
کوستے رہتے ہیں ہمیں یہ  
سکھایا گیا ہے کہ تم اہل  
کتاب کی لڑکیوں سے شادی  
کر سکتے ہو مگر خود اپنی

بچیوں کا اہل کتاب میں رشتہ  
نہیں ہونے دیتے

مشکل وقت میں اہل کتاب  
سے مدد بھی حاصل کر  
لیتے ہیں مشکل نکل جائے  
تو کہتے ہیں کہ یہود  
ونصاری تمہارے دوست  
نہیں ہو سکتے

چنانچہ ہم سائنس سے  
دوری کی بنا پر اور مذہبی  
رسومات میں الجھ کر خود

تو کوئی چیز بناتے نہیں  
سوائے آٹے میں نمک برابر  
کے تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہم  
صرف کنزیومر بن کر رہ  
گئے ہم نے محنت سے جو  
پیسہ کمایا وہ دوسری اقوام  
کی جدید چیزیں خریدنے کے  
عوض ان کے پاس چلا گیا

## نظام عدل کی تباہی

ایک مشہور قول ہے کہ  
 معاشرہ کفر پر قائم رہ سکتا  
 ہے ظلم اور نا انصافی پر  
 نہیں، ہمارے ملک میں نظام  
 عدل کی تباہی ساری دنیا پر  
 عیاں ہے اور سب جانتے  
 ہیں کہ عدل و انصاف کی  
 تباہی سے معاشرے میں

افراتفری اور غربت پھیلتی  
ہے

اگر میں کہوں کہ ایک مذہبی  
ملک میں عدل و انصاف قائم  
کرنا محال ہوتا ہے تو آپ  
چونک جائیں گے جبکہ  
حقیقت یہی ہے اور میں اپنی  
بات کو دلیل سے ثابت کروں  
گا

ہمارے ملک کی کسی بھی  
عدالت میں اگر کسی جج کے

پاس اس کے اپنے علاقے کا  
کیس آ جائے یا ملزم پارٹی  
جج کے رشتے داروں تک  
کسی طرح پہنچ جائے جج  
کے والدین بہن بھائی یا  
دوسرے رشتے دار جن کی  
جج سے قربت ہو اور وہ اس  
رشتے دار کی سفارش لگوا  
لیں تو جج صاحب کو کسی  
نہ کسی حد تک ملزم کو  
چھوٹ دینا ہی پڑ جاتی ہے

کسی آفیسر نے اپنے محکمہ  
میں کچھ لوگوں کو جاب  
دینی ہے تو وہ سب سے  
پہلے اپنے عزیزوں دوستوں  
کو اطلاع کر دیتا ہے اور  
سلیکشن میں ان کی مدد کرتا  
ہے

کہاں سے آتے ہیں یہ عزیز  
و رشتہ دار ظاہر ہے کہ  
مذہب ہی ہے جو ایک  
خاندانی نظام پیدا کرتا ہے ۔

تو آپ ایسے غیر جانبدار  
ججز و آفیسرز کہاں سے  
لائیں گے یہاں سے تو نہیں  
ملیں گے ذرا ہم یورپین  
معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں  
کیا وہاں خاندان کا دباؤ نہیں  
ہوتا

ہمارے ہاں پڑھے لکھے  
لوگ جب یورپین معاشرے  
کو زیر بحث لاتے ہیں تو  
ایک فقرہ بڑی کثرت سے

بولا جاتا ہے کہ یورپ میں  
تو بچوں کو معلوم ہی نہیں  
ہوتا کہ اس کا باپ کون ہے  
یہ ہمارے یہاں کہنے کی بات  
ہے لیکن کیا آپ سوچ  
سکتے ہیں کہ یہی بچے جن  
کا پیچھے خاندان ہے ہی  
نہیں ان کے پاس سفارش  
کہاں سے آئے گی وہ اپنی  
قابلیت کی بنا پر کسی مقام  
تک پہنچے ہیں سفارشات

سے نہیں چنانچہ مضبوط یا  
لمبا چوڑا خاندان نہ ہونے  
کی بنا پر یہاں سفارش کے  
امکانات کم ہو جاتے ہیں لہذا  
وہ بچے جنہیں ہمارا معاشرہ  
حرامی بچے کہتا ہے وہ  
کسی مقام پر پہنچ کر کام  
سارے حلالی کرتے ہیں  
جبکہ حلالی بچے یہاں  
ہمارے ملک میں اکثر حرامی

کام کرتے یا کرنے پر مجبور  
ہوتے ہیں

اب ہم تصویر کا ایک اور رخ  
دیکھتے ہیں

ہمارے مذہب کے متعدد  
فرقے ہیں اگر جج شیعہ ہے  
تو وہ شیعہ ملزم کو بھرپور  
فائدہ دے گا اس طرح ہر  
فرقے کا جج یا آفیسر اپنے  
اپنے فرقے کے لوگوں کو  
فائدہ دینے کی کوشش کرتا

ہے یہاں بھی فرقہ واریت  
جو مذہب ہی کی مرہون منت  
ہے انصاف کو کچلتی نظر  
آتی ہے اور اس حقیقت سے  
ہمارے ملک میں کون انکار  
کر سکتا ہے

پھر یہ مذہب ہی تو ہے جو  
انسانوں کو ذات پات اور  
قبائل میں بانٹ دیتا ہے اللہ  
خود فرماتا ہے کہ ہم نے  
تمہیں ذاتوں اور قبائل میں

بانٹ دیا تاکہ تم پہچانے جاؤ  
چنانچہ یہاں پھر ایک مرتبہ  
انصاف کا قتل ہو جاتا ہے کہ  
جٹ برادری جٹوں کو ہی  
فائدہ دینے کی کوشش کرتی  
ہے تو اس طرح پھر مذہب  
ہی کی وجہ سے انصاف کا  
قتل ہو گیا

نظام عدل کی تباہی میں مسلم  
اور غیر مسلم اور فرقہ  
واریت کی بنا پر مذہب براہ

راست ملوث ہوتا ہے جبکہ  
خاندانی اور قبائلیت اور ذات  
پات کی بنا پر مذہب  
بالواسطہ اپنا کردار ادا کرتا  
ہے

نظام عدل کی تباہی میں  
لسانیت کا کردار بھی نظر  
انداز نہیں کیا جا سکتا  
لسانیت کا مذہب سے تعلق  
نہیں ہے کہ لسانیت کی ابتدا  
مذہب سے پہلے کی ہی ہوتی

ہے ایک زبان بولنے والا  
اپنے ہم زبان کو کچھ نہ کچھ  
فائدہ پہنچاتا اور میرٹ کا  
استحصال کرتا ہے

ان تمام وجوہات کے ہوتے  
ہوئے آپ ایک جج کو غیر  
جانبدار دیکھنا چاہتے ہیں تو  
آپ کمال کرتے ہیں یعنی آپ  
چاہتے ہیں کہ دریا کا بند  
ٹوٹا ہوا بھی رہے اور گاؤں  
میں سیلاب بھی نہ آئے

ہماری قوم اکثر خاندانی  
سیاست پر انگلیاں اٹھاتی  
رہتی ہے کہ فلاں خاندان نسل  
در نسل سیاست اور حکومت  
میں ہے خاندانی سیاست سے  
نفرت ہے لیکن خاندانی نظام  
پر حرف بھی نہیں آنے دینا  
چاہتے تو جناب جب تک  
دوہری پالیسی پر چلتے رہیں  
گے نا انصافی اور اس کے  
مضمرات سے چھٹکارا ممکن  
نہیں

# جدید تعلیم سے دوری

ہمارے معاشرے میں غربت  
کی وجوہات میں سے ایک  
بڑی وجہ جدید تعلیم سے  
دوری ہے گو اب حالات بدل  
رہے ہیں لیکن ان بدلتے

ہوئے حالات کی رفتار  
زمانے کی رفتار سے بہت  
سست ہے ماضی میں ہماری  
قوم جدید تعلیم سے دور  
کیوں رہی ذرا سی تحقیق  
سے معلوم ہو جائے گا کہ  
اس کا ذمہ دار بھی ہمارا  
مذہبی طبقہ ہے جو مذہب کی  
تعلیم کے علاوہ ہر تعلیم کو  
حرام قرار دیتا تھا اور  
انگریزی تعلیم حاصل کرنے

والوں کو تو براہ راست جہنم  
میں جانے کی ٹکٹ دئیے  
ہوئے تھا اور عورتوں کی  
تعلیم کا خاص طور پر  
مخالف تھا ان کے پاس ہر  
جمعہ کے دن مساجد میں  
تقریر کرنے کی آزادی اور  
سہولت ہے اور وہ عورتوں  
کی تعلیم اور آزادی کے  
خلاف تقریریں کر کے لوگوں  
کے دلوں میں نفرت بھی پیدا

کرتے اور چندے الگ  
سمیٹتے یعنی وہ ڈر کا بزنس  
کرتے تھے اور سب سے  
جلدی بکنے والا ڈر عورتوں  
کے متعلق ہی ہوتا ہے  
چنانچہ عورتیں جب تعلیم  
سے نا بلد تھیں تو وہ اپنے  
بچوں کی تعلیم و تربیت کیا  
کرتیں اور یوں نسل در نسل  
جہالت بڑھتی رہی زمانہ بدلتا  
رہا وقت کا بے رحم پیہ

معاشرے کو غربت کی چکی  
میں انہی ملاؤں کی وجہ  
سے پیستا رہا

دوسرا طبقہ جو تعلیم کا  
دشمن تھا وہ سرداروں  
جاگیرداروں اور زمینداروں  
کا تھا جسے یہ ڈر تھا کہ اگر  
لوگ پڑھ لکھ گئے تو ان  
کے تابع فرمان نہیں رہیں  
گے اور نہ ہی ان کا معاشی  
استحصال کیا جا سکے گا

اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ  
لوگ اپنے اپنے علاقوں میں  
مساجد تو بنوا دیتے مگر  
سکول نہ بننے دیتے کیونکہ  
مساجد سے وہی آوازیں  
اٹھتیں تھیں جو یہ چاہتے  
تھے

اور آج عالم یہ ہے لاکھوں  
مربع میل پر پھیلے ہوئے  
اس ملک کے کروڑوں عوام  
تن پر میل زدہ لباس زیب

کیئے ہوئے زمین پر کیڑوں  
مکوڑوں کی طرح رزق کی  
تلاش میں سرگرداں مارے  
مارے پھرتے، دوسروں کے  
منہ سے نوالہ بھی چھین  
لینے کو سرگرم، زبانوں  
سے کلمات نا زیبا اگلتے  
زندگی کی لاشیں اٹھائے  
پھرتے ہیں۔ وہ آپ کو درس  
دیتے ہیں کہ غریبوں کے  
ساتھ صلہ رحمی سے پیش

آنا چاہیے لیکن اگر آپ انہیں  
کہو گے ان رسومات کو ترک  
کر دو جن کی ذلت میں تم  
مبتلا ہو تم اپنی عورتوں  
سے کہو کہ مردوں کی طرح  
کام کاج کریں بسوں کی  
ڈرائیور بنیں جہازوں کی  
پائلٹ بنیں موٹروں کی  
مکینک بنیں ہاتھوں میں  
چوڑیاں پہننے کی بجائے  
ہاتھوں میں مشینوں کے

اوزار پکڑیں سروں پر لمبے  
بالوں کو چھپانے کے لیے  
حجاب اوڑھنے کی بجائے  
بالوں کو مردوں کی طرح کٹا  
کر میدان عمل میں اتریں تن  
کے اعضاء کو چادروں سے  
ڈھانپنے کی بجائے بدن پر  
ہتھیار سجائے میدان عمل  
میں اتریں تو انہیں ایسا  
لگے گا جیسے آپ نے ان  
کے خداؤں کی توہین کر دی

ہے اور یہ ملاؤں کے  
سدھائے ہوئے اور مقدس  
ذلتوں کے مارے ہوئے لوگ  
آپ کو نیست و نابود کر دیں  
گے مگر کب تک زمانہ اپنی  
چال چل چکا ہے اب بھی نہ  
سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے

المیے پر المیہ تو یہ ہوا ایک  
طرف جہاں نچلے طبقہ جدید  
تعلیم سے محروم ہے تو  
دوسری طرف نچلے طبقے

یا مڈل طبقے کے لوگ جو  
جدید تعلیم کی ڈگریاں حاصل  
کر کے اعلیٰ عہدوں تک  
پہنچے اور ڈاکٹر انجینئر  
وکیل یا جج یا سائنسدان یا  
سائنس کے پروفیسرز بنے  
وہ سائنس کی تھیوریوں پر  
یقین ہی نہیں رکھتے وہ  
ایوولوشن کی سائنسی  
تھیوری پر یقین رکھنے کی  
 بجائے مذہب کے انسانی

تخلیق کے نظریات پر یقین  
رکھتے ہیں وہ رات کے وقت  
نظر آنے والے شہاب ثاقب  
کو وہ پتھر سمجھتے ہیں  
جو فرشتوں نے شیاطین کو  
مارے ہیں حتیٰ کہ کچھ  
عرصہ پہلے ہمارے سائنس  
دان جنات کی مدد سے بجلی  
پیدا کرنے کے فارمولے بیان  
کر چکے ہیں چنانچہ ہم  
دیکھتے ہیں کہ بڑھاپا

نزدیک پہنچتے ہی ہمارا یہ  
پڑھا لکھا طبقہ لوٹے اور  
بستر اٹھائے تبلیغی جماعت  
کے ساتھ نکل کھڑا ہوتا ہے  
لیکن ہمیں اس پر اعتراض  
کیا ہے اور اس میں برائی  
کیا ہے یہ سوال اہم ہے  
تو اس میں خرابی یا برائی  
یہ ہے کہ ان کے ایسا کرنے  
سے دراصل یہ طبقہ ملاؤں  
کے لیے ایک طرح کا

سہولت کار بن جاتا ہے لوگ  
ان کی دیکھا دیکھی انہی  
نظریات کی پرستش کرتے  
ہیں جو صدیوں سے رائج  
ہیں اور انہی راستوں پر  
چلتے ہیں جن پر ملا اور  
بڑے طبقے انہیں چلانا  
چاہتے ہیں کوہلو کے بیل کی  
طرح وہی چکر چلتا رہتا ہے  
لوگ زیادہ سے زیادہ مذہبی  
رسومات میں الجھتے چلے

جاتے ہیں جیسا کہ میں نے  
کتاب کے شروع میں بیان کیا  
تھا کہ پہلے ہمارے محلے  
میں چند گھروں میں قربانی  
ہوتی تھی پھر آہستہ آہستہ  
قربانیوں کی تعداد بڑھتی  
چلی گئی پہلے چند لوگ حج  
پر جاتے تھے پھر یہ تعداد  
بڑھتی چلی گئی جوں جوں  
حاجیوں کی تعداد بڑھتی گئی  
اور ایران کی طرف جانے

والے زائرین کی تعداد بڑھتی  
گئی سعودی عرب اور ایران  
امیر ہوتے چلے گئے اور  
ہمارے غریب لوگ مزید  
غربت کی دلدل میں دھنستے  
چلے گئے تو اس بحث سے  
میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں  
کہ غریبوں کی غربت کا ذمہ  
دار جہاں ملاؤں جاگیرداروں  
زمینداروں سرمایہ داروں کا  
طبقہ ہے وہیں اس کا ذمہ

دار ہمارے اساتذہ ڈاکٹروں  
انجینئروں پروفیسروں  
ججوں کا وہ طبقہ بھی ہے  
جو انجانے میں اوپر والے  
طبقے کا سہولت کار بن گیا  
ہے

# ملاؤں کے سہولت کار

ہم ملاؤں کے سہولت کاروں  
کو ذرا تفصیل سے ڈسکس  
کر لیتے ہیں

سب جانتے ہیں کہ سہولت  
کار وہ ہوتا ہے جو خود تو  
کسی جرم کے سرزد ہونے

میں براہ راست شامل نہیں  
ہوتا تاہم وہ مجرم یا ملزم کو  
کسی نہ کسی طرح کی  
سہولت مہیا کرتا ہے جیسے  
کہ انہیں اس کام کے کرنے  
کے لئے ضروری معلومات  
فراہم کرنا

سہولت کار یہ کام دانستہ  
طور کرتا ہے اور کوئی نہ  
کوئی فائدہ بھی حاصل کرتا  
ہے لیکن بعض اوقات کوئی

غیر دانستہ طور پر بھی  
بطور سہولت کار کے  
استعمال ہو جاتا ہے اس  
سے اس کی ذات کو تو کوئی  
فائدہ نہیں ہوتا لیکن  
دوسروں کا یا خود اس کا  
اپنا بھی نقصان ہو جاتا ہے  
مثلاً کسی چور نے ایک گھر  
میں واردات کرنی ہے وہ  
گھر کے ایک بچے کو جو  
باہر گلی میں کھیل رہا ہے

بہلا پھسلا کر یہ معلوم کر  
لیتا ہے کہ اس کے گھر میں  
کون کون ہے اور اس کے  
ابو ڈیوٹی پر کب جاتے اور  
کب آتے ہیں اس صورت میں  
یہ بچہ ایک معصوم اور  
انجان سہولت کار کا کردار  
ادا کرتا ہے اور انہی معصوم  
سہولت کاروں کو مجھے  
ڈسکس کرنا ہے جو اپنے  
تئیں تو اچھے اور نیک کام

کرنے میں لگے ہیں مگر  
حقیقت میں استحصالی  
طبقے کے سہولت کار بن  
گئے ہیں

فرض کر لیں وہ چھ سال کا  
بچہ وقت کے ساتھ ساتھ  
جوان تو ہوتا چلا گیا مگر  
کسی بیماری کے باعث اس  
کی دماغی نشوونما وہیں چھ  
سال پر رک گئی ہے اور اس  
وجہ سے یہ بچہ اپنی آخری

عمر تک چوروں کے لیے  
سہولت کار بنا رہتا ہے تو  
میں انہی سہولت کاروں کے  
بارے میں بات کر رہا ہوں  
جو آج کے اس جدید دور کی  
پیدوار ہیں جنہوں نے اچھے  
کالجوں اور یونیورسٹیوں  
میں اعلیٰ تعلیم بھی حاصل  
کی ہے اور جو اچھے  
عہدوں پر بھی پہنچ گئے ہیں

مگر ان کے دماغ اور ان کے  
نظریات صدیوں پرانے  
نظریات پر اٹک گئے ہیں اور  
اپنے نظریات کی بنا پر اور  
اپنے مذہبی افعال کی بناء پر  
وہ غریب لوگوں کو غربت  
کی مزید دلدل میں پھنسائے  
جاتے ہیں کیونکہ یہ اونچے  
درجے کے لوگ جو کچھ  
کرتے ہیں وہ نیچے والے

طبقے کے لیے رول ماڈل  
ہوتا ہے

مثال کے طور پر جب ہمارے  
ملک کا ایک بڑا آدمی  
مزارات پر جاتا ہے وہاں  
ماتھا ٹیکتا ہے تو اسے  
دیکھ کر لوگ بہت متاثر  
ہوتے ہیں اور بھاگ بھاگ  
کر اس کی تقلید کرنے لگتے  
ہیں اس کی جگہ اگر میں  
بھی وہی کام کروں تو ایک

تو کوئی میری تقلید نہیں  
کرے گا اور ہو سکتا ہے  
بہت سے لوگ مجھے  
جاہلیت کے القابات سے بھی  
نواز دیں اس لئے میں نے  
کہا کہ جب سینئر ڈاکٹر اور  
پروفیسر وغیرہ بستر  
اٹھائے تبلیغی جماعتوں کے  
ساتھ نکل جاتے ہیں تو لوگ  
ان کی پیروی میں کشاں  
کشاں چلے آتے ہیں

ایک خاتون جو اپنے والدین  
سے ملنے والی بہتر  
سہولیات کے باعث کسی  
بڑے عہدے پر فائز ہو گئی  
ہے اب اپنی ڈیوٹی یوں سر  
انجام دیتی ہے کہ سر تا پا  
حجاب میں خود کو لپیٹ کر  
رکھتی ہے تو بظاہر یہ بہت  
اچھی بات لگتی ہے اور  
کسی کو اس کے حجاب سے  
تکلیف بھی کیا ہے مگر اس

کے دوسرے پہلو پر نظر  
ڈالیں تو وہ وہی کام کر رہی  
ہے جو مزارات پر ماتھا  
ٹیکنے والا بڑا آدمی کر رہا  
ہے اور وہ ملاؤں کے اس  
موقف کو تقویت دے رہی  
ہے جس میں وہ عورتوں پر  
پابندیاں لگا کر انہیں عملی  
میدان معیشت سے نکال باہر  
کرتے ہیں اور معیشت کا  
بوجھ اکیلے آدمی پر آن پڑتا

ہے پھر ایسی ہی عورتیں  
ہیں جو مذہبی رسومات میں  
بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں  
گھر کے مردوں کو ان  
رسومات کی ادائیگی کے  
لیے شہوت دیتی ہیں یہ  
گھروں میں درس قرآن  
وحدیث کا اہتمام کرتیں ہیں  
اور وہی پرانے نظریات  
پھیلانے جاتیں ہیں جن میں  
انسانوں کو اپنی قسمتوں پر

صابر شاكر رہنے كے درس  
دئیے جاتے تھے وہی  
نظریات جو حكمرانوں نے  
قوموں كو پڑھائے رٹائے  
اور ان كا معاشی استحصال  
كیا

المختصر میں اس نتیجہ پر  
پہنچا كہ یہ معصوم پنج وقتہ  
نمازی ،یہ معصوم حاجی اور  
روزے دار اور حجابوں میں  
لیٹی یہ معصوم خواتین اور

جانوروں کو قربانیوں کی  
بھینٹ چڑھاتے ہوئے یہ  
معصوم لوگ اور عشق خدا  
اور عشق رسول کے نام پر  
معصوم لوگوں کی جان لینے  
والے یہ جذباتی لوگ  
درحقیقت ملاؤں جاگیرداروں  
زمینداروں سرمایہ داروں  
اور حکمرانوں کے آلہ کار  
اور معصوم سہولت کار ہیں  
کاش یہ اپنے دماغوں سے

سوچیں کاش یہ بیماریوں  
اور بھوک سے تڑپتے بچوں  
کا درد محسوس کریں کاش  
یہ ان بچیوں اور بچوں کی  
چینخیں سنیں جنہیں گلا  
گھونٹ کر مارا گیا اور انہیں  
مرتے ہوئے دیکھ کر بھیوہ  
طاقتور خدا ٹس سے مس نہ  
ہوا جو کہتا ہے میں تمہاری  
شہہ رگ سے بھی قریب ہوں  
اور جب شہہ رگ دبا دی گئی

تو اس نے نہ سنا نہ دیکھا  
اور کھیتوں میں پڑی معصوم  
لاش سے نہ مکھی اڑا سکتا  
بے نہ کتوں سے بچا سکتا

# 11 - وطنیت

## کا فقدان

ہمارے اسلامی ممالک میں  
غربت کی وجوہات میں سے  
ایک وجہ لوگوں میں وطنیت  
کا فقدان بھی ہے

اس چیز کو سمجھنے کے  
لیے ہمیں وطن کے بارے  
میں اسلامی شرعی قانون

کے نکتہ نظر کا علم ہونا  
چاہئے

اسلامی شریعت دنیا کو دو  
حصوں میں تقسیم کرتی ہے  
ایک دارالاسلام یا دارالامن  
اور دوسرا دارالحرب  
دارالاسلام یا دارالامن وہ  
ملک ہے جہاں مسلمانوں کی  
حکومت ہو اکثریت چاہے  
غیر مسلمز کی ہو

دارالحرب وہ ملک ہے جہاں  
غیر مسلم حکومت ہو اکثریت  
چاہے مسلمانوں کی ہو

دارالحرب کا لفظی مطلب ہے  
جنگ کا گھر یا میدان یا  
مکان یا مقام یعنی جہاں  
جنگ لگی ہوئی ہے جیسے  
ہندوستان جہاں مسلمان بہت  
بڑی تعداد میں ہیں ، گو ہندو  
سے کم ہیں ، گو یہاں جنگ  
نہیں لگی ہوئی لیکن یہاں

کی مسلم آبادی اس کو  
دارالحرب ہی سمجھتی رہے  
گی اور کبھی موقع ملے گا  
تو وہ اپنی حکومت قائم  
کرنے میں دیر نہیں لگائے  
گی یا اگر باہر سے کوئی  
مسلمان ملک ہندوستان پر  
حملہ آور ہو تو مسلمانوں  
کی ہمدردیاں حملہ آور کے  
ساتھ ہوں گی۔ جیسے کرکٹ  
کے یا ہاکی وغیرہ کے میچز

ہی دیکھ لیں جب انڈیا کا میچ  
ہمسایہ مسلمان ملک سے  
ہوتا ہے تو مسلمانوں کی  
ہمدردیاں ہمسایہ ملک کے  
ساتھ ہوتی ہیں اور انہی  
باتوں کو لیکر انڈیا میں  
فسادات بھی ہو جاتے ہیں  
-ترکی میں جب 1920 کے  
لگ بھگ خلافت ختم کی گئی  
تو انڈیا کے مسلمانوں کا اس  
سے کیا تعلق تھا کہ انہوں

نے ہندوستان چھوڑ دو  
تحریک شروع کر دی۔ اب  
چونکہ جدید دنیا میں ملکوں  
کی فوجیں بہت طاقتور ہو  
گئیں ہیں اس لیے ایسی امید  
رکھنا عبث ہو گیا ہے کہ  
حکومت بزور قوت تبدیل کی  
جائے یا کسی باہر کے حملہ  
آور کا ساتھ دیا جائے یہ  
خود پر خود کش حملہ کے  
مترادف ہے لہذا جدید دور

کے علماء نے ایک نئی  
اصطلاح وضع کی یعنی کہ  
دارالکفر یعنی وہ ملک جہاں  
کافروں کی حکومت ہے مگر  
وہ مسلمانوں کو تنگ نہیں  
کرتے تو ان کے ساتھ امن  
سے رہنا چاہئے اور اس  
ملک کو دارالحرب نہیں  
سمجھنا چاہیے

تاہم میرا اصل مقصود یہاں  
ہمارے ملک میں، جو کہ

دارالاسلام ہے ،وطنیت کے  
فقدان کی وجہ بیان کرنا اور  
اس کا غربت سے تعلق  
وضوح کرنا ہے

اور ہم جانتے ہیں کہ  
دارالاسلام وہ ملک ہے جہاں  
مسلمان حکومت قائم ہے نیز  
اکثریت بھی یہاں مسلمان ہیں  
مسلمان کہنے کو ایک قوم  
ہیں مگر الگ الگ فرقوں

میں تقسیم ہیں ہر ایک پہلے  
مسلمان ہوتا ہے پھر اپنے  
فرقے سے اس کی ہمدردیاں  
ہوتی ہیں اور آخر میں وہ  
اس ملک کا باشندہ ہوتا ہے  
اسلام نے وطنیت کا کوئی  
تصور پیش نہیں کیا بلکہ  
اسلام مسلمانوں کا مرکز  
خانہ کعبہ کو بتاتا ہے وطن  
پرست حکومت کا تصور بھی  
اسلام میں نہیں ہے اس لیے

مسلمان خلافت راشدہ کو یاد  
کرتے ہیں اور ان کی خواہش  
ہوتی ہے کہ خلافت قائم ہو  
جائے جس کا مرکز سعودی  
عرب ہو مسلمانوں کا دوسرا  
بڑا فرقہ اہل تشیع کا ہے  
جس کی تمام تر ہمدردیاں  
ایران کے ساتھ ہوتی ہیں  
چنانچہ دنیا کے کسی بھی  
مسلمان ملک یا غیر مسلم  
ملک میں مسلمان رہتے ہوں

ہر دو فرقوں کی ہمدردیاں  
اپنے اپنے مراکز سے ہی  
وابستہ ہوتی ہیں اور ان  
ممالک میں یہ لوگ زیارات  
کے لیے جاتے ہیں اور اپنے  
ملک کا وسیع زرمبادلہ ان  
دونوں ممالک میں منتقل  
کرتے رہتے ہیں جیسے  
کوئی ملک سیاحت کے  
شعبے سے پیسے کماتا ہے  
اسی طرح سعودی عرب اور

ایران زیارات سے پوری دنیا  
کے مسلمان ممالک سے  
پیسہ کماتے رہتے ہیں  
چنانچہ دوسرے ممالک کی  
معیشت سنبھلتی نہیں اور یہ  
ممالک امیر ہوئے جاتے ہیں  
اندرون ملک بھی یہ فرقے  
اپنی اپنی مناپلی قائم کرنے  
کے لیے ایک دوسرے سے  
دست و گریباں رہتے ہیں  
جس کے نتیجے میں ریاست

کا پیسہ اور وقت ضائع ہوتا  
رہتا اور مثبت سرگرمیاں نہ  
ہونے کے باعث لوگوں میں  
بیروزگاری کی شرح بڑھتی  
رہتی ہے

آپ نے ایک مشہور فقرہ سنا  
ہو گا " تمہیں کیا لگے میں  
نے اپنی قبر میں جانا ہے  
اور تم نے اپنی قبر میں " یہ  
فقرہ کب بولا جاتا ہے ، جب  
کوئی آدمی کوئی غلط کام کر

رہا ہوتا ہے اور کوئی دوسرا  
اسے روکتا ہے تب وہ کہتا  
ہے کہ تمہیں کیا میں نے  
اپنے اس کام کا جواب اللہ کو  
خود دینا ہے تم نے میرے  
حصے کا جواب نہیں دینا  
یعنی کہ وہ یہ سمجھتا ہے  
کہ اس نے ریاست کو تو  
جواب ہی نہیں دینا ، جب تک  
ریاست پکڑ نہ لے ، اسے  
کہتے ہیں وطنیت کا فقدان

جس میں آدمی ریاست کے  
احکامات کے سامنے خود  
کو جواب دہ نہیں سمجھتا  
اور ریاستی مفادات کا نہیں  
بلکہ ذاتی مفادات کا خیال  
رکھتا ہے اور سمجھتا ہے  
کہ روز قیامت وہ اللہ کو  
جواب دے گا اور مرنے سے  
قبل کئی بار توبہ بھی کر لے  
گا یہ لوگ ریاستی و عوامی  
مفادات کے ساتھ کھلواڑ

کرنے کے بعد مساجد میں جا  
کر یا حج یا زیارات پہ جا کر  
بڑی عاجزی و انکساری کے  
ساتھ دعائیں مانگتے اور  
توبہ کرتے ہیں اور پھر خود  
ہی خود کو معاف کر دیتے  
ہیں

یعنی کہ ملزم بھی خود وکیل  
بھی خود اور منصف بھی  
خود

ہمارا روز کا مشاہدہ ہے کہ  
امیر لوگ غریبوں کا حق مار  
لیتے ہیں پیسے دبا لیتے  
ہیں مکاتوں اور زمین پر  
قبضے کر لیتے ہیں اجناس  
ذخیرہ کر لیتے ہیں اور  
حیلوں بہانوں سے کام لیتے  
ہیں اور حاجی صاحب  
کہتے ہیں اگر میں جھوٹا ہوں  
تو قیامت کے دن اللہ  
مجھے پوچھے گا غریب

کمزور ہو تو وہ بھی دل کو  
تسلی دے لیتا ہے کہ ہاں اللہ  
اس پر کوئی عذاب نازل  
کرے گا یا روز قیامت اس کا  
انصاف کرے گا ذخیرہ اندوز  
بھی یہی سوچتا ہے کہ وہ  
توبہ کر لے گا چنانچہ ملکی  
مفادات کا خیال ہی نہیں آتا  
کیونکہ بنیادوں میں مذہب  
ہے وطن نہیں

# 12 - خاندان ، ذات پات اور تفرقہ بازی

ایک مشہور فقرہ ہے کہ  
ہمارا ملک چند سو خاندانوں  
کے قبضے میں ہے اور اس  
حقیقت سے انکار بھی نہیں

جوں جوں کوئی خاندان  
مضبوط ہوتا ہے اس کے  
افراد ظلم کرنے لگتے ہیں  
زمینوں پر قبضے کرتے ہیں

بہتے لیتے ہیں سرکاری  
عہدوں پر قابض ہو جاتے  
ہیں اور خاندان کی اساس کیا  
ہے کس عمل سے خاندان  
بنتے ہیں یہ آپ سب جانتے  
ہیں

خاندانوں کا سسٹم پھر ذات  
پات سے بھی جڑ جاتا ہے  
اونچی ذاتوں والے نچلے  
لوگوں کا استحصال کرتے  
ہیں اور یہی بات مسالک کی

تفرقہ بازی سے بھی جڑی  
ہے اونچے عہدوں پر بیٹھے  
ہوئے لوگ اپنے ہم فرقہ کو  
نوازنے کے لیے حق و  
انصاف کا خون کر دیتے ہیں  
حیراں ہوں دل کو روؤں کہ  
پیٹوں جگر کو میں  
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں  
نوحہ گر کو میں

# المختصر

میں نے جن باتوں کا تجزیہ  
کیا ہے وہ اس سوسائٹی  
سے متعلق ہیں جس میں  
میری پرورش ہوئی جبکہ  
حقیقت یہ ہے کہ تمام مذاہبِ  
کا معاملہ ایک جیسا ہے جن  
معاشرہوں نے سائنس کی  
حقیقت کو پہچان کر اس کا

دامن تھام لیا وہی آج بام

عروج پر ہیں

نیز میں یہ بھی وضاحت کر

دوں کہ جب کسی معاشرے

کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے تو

عموماً اجتماعیت کی بات کی

جاتی ہے انفرادی روئیے

درجہ بدرجہ مختلف ہوتے

ہیں

# اختتام

میری ابتدائی تحقیقات قربانی  
کے معاملہ کو سمجھنے  
سے متعلق تھیں جنہیں میں  
نے مختصر کر کے لکھا ہے  
اور ان کے باعث منحوس  
خواب سے میری نجات ہوئی  
دوسری مرتبہ میں نے  
معاشرے میں غربت کی  
وجوہات دریافت کرنے کے

لیے پھر تحقیقات کیں تو  
میں جان گیا کہ مقدسات کے  
پس پردہ کیسا گہناؤنا کھیل  
کھیلا گیا ہے اور کن لوگوں  
نے یہ کھیل کھیلا ہے اب  
مذہب کی میرے دل میں دماغ  
میں کوئی تقدیس تو نہیں رہ  
گئی تھی تاہم کوئی راستہ  
بھی نہیں تھا تھوڑا بہت  
جیسے روزوں کی حد تک  
مذہب پر عمل پیرا ہی رہتا

تھا پھر اسی اثناء میں دیار  
غیر میں چلا آیا کچھ معاشی  
حالات بھی بہتر ہونے لگے  
پھر میں کس نظام کو فالو  
کرتا ہوں روز جزا و سزا میں  
میرا کیا حشر ہوگا کچھ  
سمجھ نہیں آتا تھا کیا کوئی  
اسلام کو چھوڑ بھی سکتا  
ہے مجھے معلوم نہیں تھا نہ  
میرے سامنے ایسی کوئی  
مثال تھی

ایک روز ایک دوست کی  
طرف سے ہلکا سا اشارہ سا  
ملا اور میں پلک جھپکتے  
میں کفر کی عمارت کی  
آخری سیڑھی چڑھ گیا چہت  
پر پہنچا تو یوں لگا کہ ہر  
طرف سے تازہ ہوا کے  
جھونکے آ رہے ہیں بدن پر  
چمٹی زنجیریں ٹوٹ گئی ہیں  
جنت جہنم تنکے کی طرح اڑ

گئے ہیں میں نے مادہ کا بنا  
ہوا انسانی لباس پہنا اور  
موت اور بعد از موت زندگی  
کے افسانے دھول بن کر  
اڑنے لگے ہر طرف زندگی  
مسکرا رہی تھی اور وہ  
جوان حسرتیں جنہیں میں  
کچل آیا تھا شرارت آمیز  
آنکھوں سے گھور رہی  
تھیں جیسے میری  
بیوقوفیوں کا مذاق اڑاتی

ہوں اور اس بلڈنگ سے  
نیچے دیکھا تو نیچے بہت  
نیچے خدا مرا پڑا تھا وہ خدا  
جو کہتا ہے کہ میرے سوا تم  
جن خداؤں کو پکارتے ہو کیا  
انہوں نے تمہیں کبھی جواب  
دیا ہے اور جواب کبھی خود  
بھی نہیں دیا وہ خدا جو کہتا  
ہے کہ یہ دوسرے خدا جن  
کی تم عبادت کرتے ہو وہ  
اپنے چہرے سے مکھی بھی

نہیں اڑا سکتے اور خود اس  
نے انسان سے کہا کہ میرا  
گھر تو بنا دو

تب میں نے اپنے بچوں کی  
طرف دیکھا وہ ابھی خدا کے  
مکروہ شکنجوں میں  
جکڑے تھے میں نے عقل و  
شعور کی ڈوری ان کی طرف  
پھینکی اور وہ بھی میرے  
پاس چلے آئے ہمارے  
دوست اخیاب رشتے دار

ہمیں ڈراتے ہیں آوازیں  
دیتے ہیں اور وہیں واپس  
بلاتے ہیں انہیں شک ہے کہ  
ہم ان میں نہیں ہیں ہمارے  
بیچ شیشے کی دیوار ہے جو  
ہمیں ان سے ملاتی بھی ہے  
اور بچاتی بھی ہے ہم جانتے  
ہیں کہ جس روز شیشے کی  
یہ دیوار ٹوٹ گئی وہ دن  
شاید ہمارے لئے آخری دن  
ہو فل حال تو ہم آزاد سانسیں

لے رہے ہیں نکمی قوم کا  
بہت سا بوجھ ابھی بھی  
ہمارے کاندھوں پر دھرا ہے

ہم کسی شام کی پسلی سے  
نکلنے والے  
نسل در نسل اندھیروں کے  
امیں رہتے ہیں

# ہماری ویب سائٹ



haqobatil230001india.in



# HAQOBATIL

# 230001INDIA

محمد عارف الدین



+91 9838547733

dewhameed.29292@gmail.com



## LINK

<http://haqobatil230001india.in/>

# قرآن کی حقیقت

DECEMBER 2021

ABDUL HAMEED ARAIN

# اسلام اور اسلام کے نبی محمد کی حقیقت

DECEMBER 2021

ABDUL HAMEED ARAIN

# تورات، زبور و انجیل اور ان کے نبیوں کی حقیقت

DECEMBER 2021

ABDUL HAMEED ARAIN

اہل ہنود کا شیوہ مزہب  
ایرانی، مزہب کی، بی، ایک شاخ

